ذوالفقار علی دانش*

سندھ کے خانقاہی ادب میں سیرت نگاری: محرکات اور اسالیب کا جائزہ

لفظ 'سیرت' اردو میں عربی سے آیا ہے۔ عربی میں اس لفظ کے معنی عادت، طریقہ، طرزِ زندگی، ہیئت، سوانح عمری، لوگوں کے ساتھ سلوک کی کیفیت کے ہیں، جیسے ھُوَ حَسَنُ السِیرۃِ، وہ اچھی عادت والا ہے۔[۱] مذکورہ معنوں سے پتا چلتا ہے کہ سیرۃ کا لفظ مثبت صفات کے لیے مستعمل ہے۔ کم وبیش یہی معنی اردو میں بھی مستعمل ہیں۔ اصطلاحی معنوں میں لفظ سیرۃ کا اطلاق عرب میں اکابر کے کارناموں یا ان کے حالاتِ زندگی پر ہوتا تھا جو جنگی معاملات کی تفصیلات سے متعلق ہوا کرتے تھے، اردو میں یہ لفظ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ مذہبی اور معتبر شخصیات کی سوانح عمریوں کے لیے بھی استعمال ہوا ہے، مثلاً شبلی نعمانی کی سیرۃ النعمان، مولانا ابوالحسن علی ندوی کی سیرت سید احمد شہید، رئیس احمد جعفری کی سیرت محمد علی، محمد طاہر فاروقی کی سیرتِ اقبال وغیرہ۔

وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ اب روزمرہ گفتگو میں سیرت کے اصطلاحی حتمی معنی ختمی مرتبت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ والا صفات کے ساتھ مخصوص ہوگئے ہیں۔[۲] اب جہاں کہیں سیرت کے حوالے سے کسی محفل، مجلس یا کتاب کا ذکر آتا ہے، ذہن خود بخود آپ[۳] کی شخصیت کی طرف چلا جاتا ہے۔ یہی نہیں اب لفظ سیرت عالمی سطح پر بھی انھی معنوں میں مستعمل ہوگیا ہے۔ بقول عبدالعزیز عرفی:

سیرت کا یہی مفہوم اب بین الاقوامی بلکہ بین اللسانی صورت و ہیئت اختیار کر گیا ہے۔[۳]

اس بات کا اظہار محمود احمد غازی نے بھی کیا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ:

> سیرت کا لفظ ذات رسالت مآبؐ کے ساتھ قریب قریب مخصوص ہوگیا، اور آج دنیا کی تمام مسلم زبانوں اور بہت سی غیر مسلم زبانوں میں بھی سیرت کا لفظ سرکار دو عالمؐ کی مبارک زندگی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔انگریزی زبان کی لغات اور قوامیس میں بھی اب یہ لفظ شامل ہوگیا ہے۔[۴]

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے اپنی کتاب عجالہ نافعہ میں سیرت کی تعریف یوں بیان کی ہے:

> آں چہ متعلق بہ وجود پیغمبرؐ وصحابہ کرام وآل عظام است، واز ابتدائے تولد آں جناب تا غایت وفات، آں را سیرت گویند۔
>
> جو کچھ ہمارے پیغمبرؐ اور حضرات صحابہؓ کی عظمت اور ان کے وجود سے متعلق ہو، جس میں آنحضرتؐ کی پیدائش سے وفات تک کے واقعات بیان کیے گئے ہوں، وہ سیرت ہے۔[۵]

انسائیکلوپیڈیا اوف اسلام (Encyclopaedia of Islam) کے مصنف جی لیوی ڈیلا ویڈا (G Levi Della Vida) کے مطابق آپؐ کی سوانح عمری کے لیے 'سیرت' کا لفظ ابن ہشام نے استعمال کیا۔انھوں نے آپؐ کی حیات پر لکھی گئی کتاب کا نام سیرۃ رسولؐ رکھا۔آپؐ کی سیرت طیبہ کے ساتھ حدیث کا ذکر بھی آتا ہے۔ان میں فرق یہ ہے کہ حدیث میں اصل بحث اقوال وافعال رسولؐ پر ہے اور ذات وشمائل رسولؐ ضمناً آتے ہیں، جب کہ سیرت میں ذات وشمائل رسولؐ اصل زیر بحث آتے ہیں۔اسی طرح محدثین اور سیرت نگاروں میں بھی یہ فرق ہے کہ محدثین کا اصل زور اور اہتمام رسول اللہؐ کے ارشادات واعمال پر ہے جب کہ سیرت نگاروں کا زور اس بات پر ہے کہ رسول اللہؐ کا ذاتی طرزِ عمل، شخصیت مبارکہ اور رویہ کیا تھا۔حدیث کی موجودگی میں "سیرت نبویؐ کی الگ ضرورت یوں محسوس ہوئی کہ حدیث کی کتابوں میں آنحضرتؐ کے اخلاق وعادات ودیگر سوانح بکھری ہوئی صورت

میں ملتے ہیں، ان میں تاریخی ترتیب نہیں [جب کہ] سیرت میں ایک خاص ترتیب ملحوظ ہوتی ہے، اس لیے یہ ایک الگ فن ہے۔"[٦]

سیرت پاکؐ کی اہمیت کے حوالے سے ڈاکٹر محمود احمد غازی لکھتے ہیں کہ دورِ جدید میں سیرت کے مطالعے کی تہذیبی، بین الاقوامی، علمی اور تاریخی اہمیت ہے۔ علامہ محمد اقبال نے قرآن کے بارے میں فرمایا ہے کہ عالمِ قرآنی ہر دور میں اپنے آپ کو بے نقاب کرتا ہے اور نہیں کہہ سکتے کہ قرآن کے بطن میں ابھی کتنے عالمین پنہاں ہیں اور وقت گذرنے کے ساتھ اس کے کتنے مناظر اور مشاہد انسانوں کے سامنے آئیں گے۔ اسی طرح صاحبِ قرآن کی سیرت اور ارشادات میں پنہاں حقائق و معارف بھی انسانوں کی محدود عقل کے لیے لامتناہی ہیں۔[۷]

موجودہ عہد میں امن وسکون ختم ہو رہا ہے۔ معاشرتی اور سماجی برائیاں بتدریج بڑھ رہی ہیں۔ نفسیاتی اور دیگر بیماریوں کے ہجومِ بے کراں نے انسانوں کا جینا محال کردیا ہے۔ سائنسی ایجادات انسان کو جسمانی آسودگی مہیا کرنے کے لیے کوشاں ہیں مگر اصل اور حقیقی خوشی کو انسان ترس رہے ہیں۔ ان حالات میں سیرت نبویؐ کا مطالعہ صراطِ مستقیم سے آشنائی اور جسمانی و روحانی سکون کا باعث بن سکتا ہے کیونکہ "حضرت محمدؐ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کرنے والا کسی جگہ تاریکی کا نشان نہیں پاتا۔ ہر چیز واضح اور چمکتے ہوئے آفتاب کی طرح واضح ہے۔"[۸]

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا کہ ہم نے تمھارے ذکر کو بلند کیا، تو اس کا اہتمام بھی مختلف انداز سے فرمایا۔ سیرت نبویؐ پر قلم اُٹھانا اور سیرت نگاروں کی صف میں شامل ہونا ایک بہت بڑا اعزاز ہوگیا، جس کو یہ توفیق عطا ہوگئی، وہ خوش نصیب بن گیا۔ آپؐ کی سیرت نئے نئے انداز میں مرتب ہونے لگی، محبوب کی تعریف زبان و بیان کی قید سے آزاد ہوتی ہے۔ سب سے پہلے محبّ نے اپنے محبوب کی تعریف کس طور اور کن کن انداز سے کی، اس پر بھی بہت کچھ لکھا گیا۔ اللہ نے جس بلندی کا ذکر کیا ہے، اس تک انسان کی رسائی نہیں ہوسکتی، وہ تو اللہ ہی جانتا ہے۔

سندھ کے خانقاہی ادب میں سید یوسف علی چشتی المعروف عزیزالاولیاؒ کی معجز نما سیرت اہم کتاب ہے۔ معجز نما سیرت کی طبع دوم ۱۹۹۹ء میں ہوئی۔ آپ کے پوتے منصور

سلیمانی کے مطابق اس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۷۰ء میں شائع ہوا تھا، یہ خواجہ عزیزالاولیا ٹرسٹ لانڈھی کراچی سے شائع ہوئی۔

معجز نما سیرت میں حضور اکرمؐ کی ولادتِ مبارک سے لے کر پردہ فرمانے تک کے اہم واقعات بیان کیے گئے ہیں۔ کتاب کے آغاز میں آپؐ کا حلیہ مبارک مختصر مگر جزئیات کے ساتھ ہے۔ اسی طرح دیگر اہم واقعات کو بھی اختصار سے بیان کیا گیا ہے۔ کتاب میں سیرت پاک کے علاوہ ایسی کوئی تحریر نہیں ہے، جس سے کسی خاص محرک کا اندازہ لگایا جاسکے۔ سیرتِ پاک کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ سیرت قرآن وحدیث کی روشنی میں مرتب کی گئی ہے اور ان کے حوالے بھی دیے گئے ہیں۔

معجز نما سیرت کے آغاز میں آپ کی حیاتِ مبارکہ کو مختصر نکات کی صورت میں بیان کیا گیا ہے، بعد ازاں ''وقت کی بہت ضرورت خدا لگتی ہے'' کے عنوان سے ایک فکری تحریر ہے، جس میں معرفت الٰہی کا ایک آسان طریقہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب انسان یہ سوچ لے کہ میری زندگی کی بقا اور ارتقا کے لیے جو اشیا درکار ہیں، وہ ربِ کائنات کی تخلیق کردہ ہیں تو اُسے یہ یقین آ جائے گا کہ وہ ربّ اس کی روحانی ہدایت کے وسائل بھی پیدا کرے گا۔ یہ اندازِ بیان گرچہ اختصار کی وجہ سے عام فہم نہیں ہے مگر اس میں علمی اور فکری پہلو موجود ہے۔

انبیاؑ کی تعلیمات کا مقصد عزیزالاولیاؒ کے نزدیک یہ ہے کہ انسانی جسم، عقل اور روح کے عمل میں ہم آہنگی پیدا ہو، انسان وسوسوں سے محفوظ رہے اور ایمان وعمل کی مدد سے درجۂ یقین تک رسائی پائے۔ اسے اطمینانِ قلب حاصل ہو اور مادی عالم کی حقیقت اس پر منکشف ہوجائے۔ دین کے منکرین کے لیے آپ لکھتے ہیں کہ اِن کی مثال اُس شخص جیسی ہے جو برف کو چھوئے بغیر اس کی ٹھنڈک کا انکار کردے۔ جو شخص محض فلسفہ یا سائنس پڑھ کر دین کو رَدّ کرتا ہے، وہ اس طرح ہے جو فلسفے اور سائنس کو جانے بغیر معقولات اور حکمت کا انکار کردے۔ اس تحریر میں قرآنی آیات، فارسی اور اردو اشعار کا حسبِ ضرورت استعمال کیا گیا ہے۔

اس سیرت کی ایک خاص بات یہ ہے کہ آپ سے قبل جو انبیاؑ دنیا میں تشریف لائے۔ اُن

کے حالات کو بھی کتاب کی زینت بنایا گیا ہے۔ اُن کے حالات کے لیے قرآنی آیات کا سہارا لیا گیا ہے۔ خواجہ عزیزالاولیاؒ نے پوری سیرتِ پاک کے اہم واقعات کو ایک سو دس عنوانات دے کر پیش کیا ہے۔ انھوں نے کچھ ایسے پہلو بھی بیان کیے ہیں جو عمومی طور پر سیرت کی کتب میں نہیں آئے۔ مثلاً جنگ احد میں دندانِ مبارک کی شہادت کے بارے میں سعید احمد کاظمیؒ کے حوالے سے تحریر کیا کہ جب موے مبارک تک محفوظ رکھے گئے تو پھر دندانِ مبارک کا پتا کیوں نہیں ہے؟ پوری کتاب میں محبت اور عقیدت کی ایک نورانی لہر دوڑتی ہوئی محسوس ہوتی ہے، جس میں منطقیت کا رنگ بھی نظر آتا ہے۔ سیرت نگار نے آپؐ کے وصال کے بعد جو حالات پیش آئے، اُن کا ذکر بھی کیا ہے۔ اسی طرح آپ کے معجزات کو بھی تفصیل اور اسناد کے ساتھ بیان کیا ہے۔ معجز نما سیرت سیرت کی ان کتابوں میں شمار ہوتی ہے جو آپؐ کی زندگی کے بارے میں بھرپور معلومات لیے ہوئے ہیں۔

معجز نُما سیرت کی اہم خصوصیت اس کا علمی و ادبی اسلوب ہے، جس میں قرآنی آیات، احادیث، عربی، فارسی اور اردو اشعار کو جا بجا تحریر کر کے ادبی چاشنی پیدا کی گئی ہے۔ اس طرح عربی اور فارسی الفاظ کے برمحل استعمال سے بھی اندازِ بیان میں دلکشی پیدا ہوئی ہے۔ اس اسلوب میں جزئیات نگاری بھی نظر آتی ہے۔ کتاب کی پیشکش میں سلیقہ دکھائی نہیں دیتا، حتیٰ کہ مصنف کا نام بھی کتاب میں کہیں نہیں لکھا۔ ادارے کا نام اور سنہ دیا گیا ہے جب کہ سرورق پر کتاب کا نام سیرت معجز نما اور اندر مرقع مصطفائی تحریر کیا ہے۔ نثری نمونہ ملاحظہ کیجیے:

> پیدائشی نبی نبیؐ فداہ امی ابی نے ۴۱ویں سال اپنی رسالت سراپا رحمت کا اظہار فرمایا۔ علماے ظاہر نے سمجھا کہ اب رسول ہوئے جبرئیل کی جسامت دیکھ کر لرزہ بر اندام ہوئے تھے۔ پھر زور آزمائی کا ایسا برتاوہ لکھتے ہیں جس کے اعادے سے قلم شائستہ رقم کا سینہ شق ہو جاتا ہے۔[۹]

ڈاکٹر محمد عبدالحیؒ، مولانا اشرف علی تھانویؒ کے خلیفۂ مجاز تھے۔ جامعۂ دارالعلوم کراچی کے منتظمینِ اعلیٰ مفتی محمد رفیع عثمانی اور مفتی تقی عثمانی آپ ہی سے شرف بیعت رکھتے ہیں۔ آپ کی سیرت پر کتاب اُسوہ رسول اکرم ﷺ جب شائع ہوئی تو اسے قبولیت کا درجہ عطا ہوا۔ اس کتاب کی مکمل اور پہلی اشاعت ۱۹۷۵ء میں ہوئی۔ اس کتاب کو مکتبۂ عمر فاروق کراچی نے ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ/اپریل

۲۰۱۰ء میں اشاعتِ جدید کے نام سے شائع کیا۔اس میں آپؐ کی سیرت کو مختلف عنوانات کے تحت عام فہم انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ دوسری خوبی اس کتاب کی یہ ہے کہ اُن پہلوؤں پر زیادہ زور دیا گیا ہے جن کا تعلق روزمرہ زندگی کے معمولات سے ہے۔ یوں اس کتاب کا قاری بہت سی ایسی سنتوں سے واقف ہوجاتا ہے جن پر روزمرہ زندگی میں عمل پیرا ہوا جاسکتا ہے۔اس میں سیرت کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لیا گیا ہے۔کتاب کو چار حصص، پھر چوتھے حصے کو آٹھ ابواب میں بیان کیا گیا ہے جن سے سیرت کی جامعیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ چار حصوں کی تفصیل کچھ یوں ہے:

۱۔مضامین افتتاحیہ،

۲۔ مکارمِ اخلاق،

۳۔خصوصیاتِ اندازِ زندگانی،

۴۔تعلیمات دینِ اکمل واتم۔

پہلے حصے میں جن پہلوؤں کو بیان کیا گیا ہے، اس میں خطبہ، لمعات، آیات قرآنیہ، عزمِ اتباعِ اسوہ رسول اکرمؐ وغیرہ ہیں۔'لمعات' میں قرآنی آیات اور ان کے تراجم پیش کر کے یہ واضح کیا گیا ہے کہ اہلِ عالم کے لیے آپؐ کی صفاتِ کاملہ کا اظہار اوّلاً اللہ ہی نے قرآن میں کیا ہے۔ ڈاکٹر عبدالحیؒ نے ان قرآنی آیات کے مکمل حوالے بھی دیے ہیں۔''مکارمِ اخلاق'' میں سیرت کے ان پہلوؤں کو پیش کیا ہے جن میں صفاتِ قدسیہ اورتعارفِ ربانی کے ضمن میں ان چھبیس احادیثِ قدسیہ کو مع اردو ترجمے درج کیا ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے حضور اکرمؐ کی سیرت کو بیان کیا ہے۔ان میں فرداً فرداً حوالے تو نہیں دیے گئے مگر آخر میں کتاب مدارج النبوۃ کا ذکر ہے، غالبًا یہ اسی سے ماخوذ ہوں گے۔ دوسرے حصے میں حلم وعفو، صبر واستقامت، بشریتِ کاملہ، امتیازی خصوصیت، صورتِ زیبا، انکسارِطبعی، ایفاے عہد، رحم، تحمل، دیانت وامانت، سخاوت اور دیگر پہلوؤں کے بارے میں بیان ہے۔سیرت نگار نے حصہ سوم کے ''خصوصیاتِ اندازِ زندگانی'' میں آپؐ کی کئی صفات کو قلم بند کیا ہے، ان میں اندازِ سکوت، تقسیم اوقات، اندازِ استراحت، ازواج مطہرات سے حسنِ سلوک، وعظ کا انداز، اہلِ مجلس کے ساتھ سلوک، اندازِ رفتار، بچوں سے خوش طبعی، اشعار سے دلچسپی وغیرہ شامل ہیں۔

حصہ چہارم آٹھ ابواب پر منقسم ہے۔ ان میں پہلا باب ایمانیات سے متعلق ہے، جس کا آغاز حدیثِ جبرئیلؑ سے کیا گیا ہے، یعنی اسلام،ایمان اور احسان کو بیان کیا ہے جو تصوّف کی اہم دلیل بھی ہے۔ دوسرا باب عبادات ہے۔اس باب میں اذان، نماز، روزے، حج اور زکوٰۃ کی جزئیات کو بیان کیا گیا ہے۔ تیسرے باب کا تعلق معاملاتِ حقوق سے ہے، جس میں حقوق النفس اور حقوق العباد پر سیرت کی روشنی میں تحریر کیا گیا ہے۔حقوق العباد میں والدین، شوہر اور بیوی، اولاد، دوست، مریض، خادم اور جانوروں کے حقوق تک بیان کیے گئے ہیں۔ چوتھا باب معاشرت سے تعلق رکھتا ہے، اس میں سلام کے آداب، گھر میں داخل ہونے، چھینک اور جمائی، دعوتِ طعام، مظلوم کی اعانت، مسکرانے کی اہمیت، سادگی وغیرہ کو تحریر کیا گیا ہے۔باب پانچ کا تعلق اخلاقیات سے ہے۔اس میں حسن اخلاق، شرم وحیا، نرم مزاجی، سخاوت وبخل، منافقت، غصہ، ریا، مصلحت آمیزی، بدگوئی اور بہت سے اہم پہلوؤں کو احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں تحریر کیا ہے۔ چھٹا باب حیاتِ طیبہ کے صبح وشام سے متعلق ہے، اس میں آپؐ کے معمولات یومیہ کو بیان کیا ہے کہ آپؐ کے بعد نمازِ فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء، کیا معمولات تھے۔ ان کے علاوہ گھر میں داخلے، نکلنے اور سونے کی دعائیں بھی پیش کی گئی ہیں۔ ساتویں باب میں نکاح اور نومولود کے بارے میں سنتِ نبوی کو بیان کیا ہے۔بچوں کے اچھا نام رکھنے، پہلی تعلیم، حفاظت تعویذ اور عقیقہ وختنہ کا ذکر کیا ہے۔آٹھواں باب مرض وعیادت سے تعلق رکھتا ہے۔اس میں امراض، اس کے پرہیز، عیادت کا طریقۂ کار، میّت کے معاملات کو بیان کیا گیا ہے۔

زیرِ بحث کتاب موجودہ حالات کے تناظر میں تحریر کی گئی ہے۔ کیونکہ مسلمان زندگی کے ہر شعبے میں جس تیزی سے زوال پذیر ہو رہے ہیں،اس کا حل مؤلف کے نزدیک یہی ہے کہ امتِ مسلمہ زندگی کے ہر شعبے میں آپؐ کی قولی اور عملی ہدایات کو حرزِ جاں بنائے۔ اس بارے میں ڈاکٹر عبدالحیؒ رقم طراز ہیں:

> موجودہ دور میں جب کہ سرورِ کونین حضرت محمدؐ کی سنتوں سے مغائرت بڑھتی جارہی ہے اور مسلمان اپنے دین کی تعلیمات کو چھوڑ کر غیروں کے طور طریقے اختیار کر رہے ہیں، اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ مسلمانوں کو بار بار اسلامی تعلیمات اور سرکارؐ کی سنتوں کی طرف دعوت دی جائے کیونکہ مسلمانوں کی دنیوی اور اخروی ہر طرح کی

صلاح و فلاح اتباعِ سنت ہی میں مضمر ہے۔[10]

اس مقصد نے سیرت نگار کے دل میں یہ آرزو پیدا کر دی تھی کہ وہ ایک ایسی آسان اور مختصر کتاب مرتب کریں، جس میں مسلمانوں کو اتباعِ سنت کی اہمیت سے روشناس کرایا جا سکے اور وہ آسانی کے ساتھ سنت کے مطابق زندگی کے بنیادی تقاضے معلوم کر سکیں۔ یہی وہ داعیہ تھا جس نے اُنھیں اُسوہ رسول اکرم ﷺ کی ترتیب پر آمادہ کیا۔[11]

کتاب کا اندازِ بیان سادگی لیے ہوئے ہے۔ گویا سیرت نگار ڈاکٹر عبدالحیؒ جس کتاب کے خواہش مند تھے، اس پر یہ کتاب پوری اترتی ہے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ مصنف نے اپنے خیالات کا اظہار بہت کم کیا ہے۔ بیش تر احادیث کا آسان ترجمہ بیان کیا ہے اور جس کتاب سے حدیث اخذ کی ہے، اس کا نام بھی دیا ہے۔ تفصیلات نہیں دیں۔ مثلاً صفحہ نمبر، مصنف یا مؤلف کا نام، اشاعت کب اور کہاں ہوئی؟ اندازِ تحریر کا نمونہ ملاحظہ کریں:

> عادات طیبہ: حضور اکرمؐ ٹیک لگا کر کھانا تناول نہ فرماتے۔ آپ فرماتے تھے، میں بندہ ہوں اور بندوں کی مانند بیٹھتا ہوں اور ایسے ہی کھاتا ہوں جیسے بندے کھاتے ہیں۔ (حضورؐ کی نشست اس قسم کی تھی کہ گویا گھٹنوں کے بل ابھی کھڑے ہو جائیں گے، یعنی اکڑوں بیٹھ کر) ٹیک لگانے سے مراد جم کر بیٹھنا اور کھانے کے وقت چوکڑی مار کر سرین پر بیٹھنا، اس بیٹھنے کی مانند ہے جو کسی چیز کو اپنے نیچے رکھ کر ٹیک لگا کر بیٹھے۔ (قاضی عیاض)[12]

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں حضور اکرمؐ کا جس انداز میں ذکر کیا ہے، اس کے بارے میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاںؒ کی کتاب ہمہ قرآن در شان محمد ﷺ ایک معتبر اضافہ ہے کہ آپ نے پورے قرآن کے بارے میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ محمدؐ کی شان میں ہے۔ انھوں نے اپنے اس دعوے کے لیے ثبوت و دلائل بھی دیے۔ قرآن کی ہر ہر سورۃ میں آپؐ کی سیرت اور ذکر کے پہلو تلاش کیے، اسے بیان کیا۔ ہمہ قرآن در شان محمد ﷺ کے بارے میں ڈاکٹر مسرور احمد زئی لکھتے ہیں کہ:

> ہر سورۃ کے نام کے ساتھ اس کا مقام نزول اور موقعۂ نزول بھی لکھا تا کہ ذکر مبارک کے مفہوم کی تفہیم اور آسان ہو جائے۔[13]

مذکورہ پہلو یعنی مقامِ نزول اور واقعۂ نزول اس کتاب میں چند ایک سورتوں ہی میں نظر آتا ہے۔"مـہ قرآن در شان محمد ﷺ میں عموماً جو احکام بیان کیے گئے ہیں، انھیں رکوع کی مناسبت سے بیان کرکے آپؐ کا ذکر بیان کیا گیا ہے، اس کتاب کے بارے میں مشاہرین اور ادبا کی آرا کو مسرور احمد زئی کے پی ایچ ڈی کے مقالے ڈاکٹر غلام مصطفی خاںؒ: حالات،علمی و ادبی خدمات میں صفحہ ۵۸۳ تا ۵۸۵ پر ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

سورۃ الفاتحہ جس میں بظاہر حضورِ اکرمؐ کا ذکر نظر نہیں آتا، مگر اہلِ دل اور اہلِ عشق کی نظر اپنے محبوب کو تلاش کر لیتی ہے۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاںؒ سورۃ الفاتحہ کی تشریح اور اللہ کی صفات کی تسبیح کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اللہ پاک کی ان تمام صفات کی پیہم تبلیغ اور صفات کی تسبیح صرف آپؐ ہی کے ذریعے سے ہو سکتی ہے۔ یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا، کیونکہ کلام اللہ کا کامل ابلاغ صرف آپؐ ہی کی ذات کو ہے۔[۱۴] اسی طرح سورۃ الذاریات میں لکھتے ہیں کہ:

> اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جن و انس کو صرف عبادت کے لیے پیدا کیا ہے، حضورِ انورؐ کی اتباع اور غلامی میں زندگی گذرے تو عین عبادت ہے، چاہے روزی کماتا ہو یا بچوں کی پرورش وغیرہ کے کام ہوں، پوری زندگی کو عبادت بنانے کے لیے ضروری ہے کہ حضورِ انورؐ کی زیادہ سے زیادہ اتباع کی جائے، تاکہ دنیا میں پیدا کیے جانے کا مقصد حاصل ہو۔[۱۵]

اس کتاب کے بنیادی محرک دو ہیں۔ ایک تو قرآن پر عمل پیرا ہونے کے لیے بنیادی نکات کی تفہیم، دوسرا پہلو یہ ہے کہ آپؐ کی سیرت کو اس انداز سے بیان کیا جائے کہ لوگوں کو قرآن میں موجود سیرت کے پہلوؤں اور قرآنی تعلیمات کے خلاصے سے بھی آگاہی حاصل ہو۔ گویا اللہ کے احکام پر عمل اور اتباعِ رسولؐ کرنا، اس کتاب کا مقصد ہے، جس کا تذکرہ کتاب کے آغاز میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاںؒ نے کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

> قرآن اور عملی قرآن یعنی حضورِ انورؐ کی حیاتِ طیبہ آپس میں لازم و ملزوم ہیں، جس نے حضورِ انورؐ کو نہیں دیکھا وہ قرآن کو دیکھ لے ...... قرآن کی ہر آیت اور ہر واقعہ حضورِ انورؐ کی حقانیت کی تصدیق ہے اور بالواسطہ یا بلا واسطہ انھی سے ان کا تعلق ہے۔ مولانا

جامی نے صحیح فرمایا تھا کہ ہمہ قرآن در شانِ محمدؐ اس حقیری کوشش میں اسی قول کی تشریح اور توضیح ہے۔[۱۶]

انداز تحریر عام فہم ہے۔عقیدت اور جذبۂ خلوص سے لکھی گئی تحریر میں تاثیر کا پیدا ہونا لازمی امر ہے۔یہ اثر پذیری اسلوب کی اہم خصوصیت ہے۔ بیان میں اختصار سے کام لیا گیا ہے۔ سیرتؐ کے ساتھ ساتھ قرآنی احکامات بھی بیان کر دیے گئے ہیں۔ روزمرہ زندگی میں مستعمل الفاظ کو برتا گیا ہے جس کے سبب بیان میں روانی پیدا ہوگئی ہے۔انداز تحریر کا نمونہ ملاحظہ کیجیے:

> حضور انورؐ کے ذریعے تبلیغ کی ہے کہ اللہ پاک غالب اور علم والا ہے۔گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا ہے۔نافرمانوں کو عذاب دینے والا اور بڑی قدرت والا ہے۔ اسی سے ڈرو۔نوحؑ کو اور ان کے بعد کی قوموں نے بھی اپنے پیغمبروں کو جھٹلایا۔اور خود دوزخی بنے۔اللہ کے فرشتے بھی ایمان والوں کے لیے بخشش مانگتے ہیں۔اور دعا کرتے ہیں کہ ''اے ہمارے پروردگار ان (توبہ کرنے والے اور حضورؐ کے متبعین) کو ہمیشہ کی جنتوں میں داخل فرما، جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا''۔[۱۷]

اوّل یہ مقالہ نقوش کے سیرت نمبر کے لیے لکھا گیا، جو دسمبر ۱۹۸۲ء میں جلد اوّل میں صفحہ ۸۹ تا ۲۰۲ پر شائع ہوا۔[۱۸] بعد ازاں کتابی صورت میں پہلی مرتبہ ۱۹۸۳ء میں رائل بک ڈپو حیدرآباد نے شائع کیا۔اور دوسری مرتبہ ۲۰۰۰ء میں شائع ہوا۔اوّل نسخہ www.dhgmk.com کی ویب سائٹ پر موجود ہے۔

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خانؒ کی علمی و ادبی خدمات کسی تعارف کی محتاج نہیں۔آپ نے سیرت نبویؐ پر کافی تحقیقی کام کیا ہے۔ان میں ہمہ قرآن در شانِ محمدﷺ ایک اہم کتاب ہے، جس میں آپؒ نے قرآن کی تمام سورتوں میں آپؐ کا ذکر مع حوالے تحریر کیا ہے۔ان کی ایک اور کتاب سراجِ منیر سیرت پر لکھی گئی مختصر کتاب ہے، اس میں بھی ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خانؒ نے حضور انورؐ کی سیرت کو قرآن کریم کی آیتوں کی روشنی میں بیان کیا ہے۔آیتوں کے مکمل حوالے، عربی عبارت کے ساتھ درج کر کے اُن کی تشریح فرمائی گئی ہے، اِسی طرح آپؐ کی امتیازی خصوصیات کا تذکرہ احادیث کی حوالے سے بھی کیا ہے۔مثلاً آپؐ کی وجہ سے یہ کائنات تخلیق کی گئی، قرآن پاک جیسی بے مثل دولت آپ ہی کے

صدقے میں عطا ہوئی ہے۔ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے، پہلے موضوع میں آپؐ کی پچیس امتیازی صفات کو قرآنی آیات اور احادیث کی روشنی میں پیش کیا ہے۔ سورۃ احزاب کی چھیالیسوں آیت کے ضمن میں لکھا ہے:

> اے نبیؐ ہم نے آپؐ کو شاہد اور مبشر اور نذیر اور اللہ کے اذن سے اس کی طرف بلانے والا اور سراج منیر بنا کر بھیجا ہے۔ محققین کا خیال ہے کہ حضورؐ کے علاوہ کسی نبی کو سراج منیر نہیں کہا گیا ہے۔ حضور انورؐ سراج منیر ہیں تو ان کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم نجوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔[19]

پھر اس بارے میں حدیث بھی پیش کی ہے۔ دوسرا جز حضور انورؐ کی شانِ محبوبیت کے عنوان سے ہے۔ اس میں بھی قرآن و احادیث کے ذریعے آپؐ کی محبوبیت کا ذکر کیا ہے۔ آغاز ہی میں تحریر فرما دیا ہے کہ ہمارے آقا حضور انور کو اللہ پاک نے اپنا خاص الخاص محبوب بنایا، اسی لیے اللہ پاک اپنے محبوبؐ کی رضا چاہتے ہیں، پھر سورۃ الضحیٰ کی آیت دے کر اس کا ترجمہ دے دیا: اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔[20] اس کتاب کا پیش لفظ آپ کے مرید خاص اور مجاز صحبت پروفیسر محمد وکیل احمد کا تحریر کردہ ہے، جس میں آپ نے لکھا ہے کہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خانؒ نے اس رسالے میں فخر موجودات، خیر الحقائق، سرور کائنات حضور انورؐ کی شانِ محبوبیت اور امتیازی خصوصیات کو بیان کیا ہے، جن کا ازل سے ابد تک کسی بھی مخلوق میں ہونا محال ہے۔

اس رسالے کی پہلی اشاعت ۱۹۸۳ء میں ہوئی۔[21] بعد ازاں کئی مرتبہ شائع ہوا۔ زیر بحث اشاعت المصطفیٰ ایجوکیشنل سوسائٹی کراچی سے ہوئی، اس پر کوئی سنہ درج نہیں ہے۔ یہ نسخہ www.dhgmk.com کی ویب سائٹ پر موجود ہے۔

ڈاکٹر محمد مسعودؒ کا تحریر کردہ عیدوں کی عید ایک مختصر کتابچہ ہے، جس کا موضوع آپؐ کی ولادتِ مبارک ہے، اس میں تحقیقی اور استدلالی انداز میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ ولادت مبارکہ پر خوشی منانا درست ہے۔ کتاب تحریر کرنے کے مقاصد کا ذکر مصنف نے کہیں نہیں کیا مگر موضوع اور لوازمے سے کتاب کے محرکات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اس کتاب کے دو مقاصد نمایاں ہیں۔

۱۔ یہ رسالہ اُن افراد کے لیے تحریر کیا گیا ہے جو ولادتِ مبارکہ کی خوشی مناتے ہیں مگر کم علمی

کے سبب اِس کی حقیقت سے واقف نہیں ہوتے، یا اِس بارے میں مختلف نقطۂ نظر کے حامل افراد کے اعتراضات کا جواب دینے سے قاصر ہیں۔

۲۔ ایسے افراد جو ولادت پاکؐ کی خوشی منانے کو نامناسب اور اسلام کے برخلاف سمجھتے ہیں۔ اُنھیں میلاد منانے کے جواز سے آگاہی دینے اور اُن کے نقطۂ نظر میں تبدیلی لانے کے لیے یہ رسالہ تحریر کیا گیا ہے۔ گویا یہ رسالہ تبلیغی نوعیت کا ہے۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی دیگر کتب و رسائل میں بھی یہ تبلیغی اور علمی پہلو نمایاں نظر آتا ہے۔ آپ کی ساری زندگی اسلام کے لیے تحریری اور عملی تبلیغی جدوجہد میں گذری۔ عیدوں کی عید میں ولادت باسعادت کی خوشی منانے کی حمایت میں آپ کا انداز مدلّل اور عالمانہ ہے، جو نکتہ بھی بیان کرتے ہیں، اُس کا حوالہ قرآن واحادیث اور مستند کتب سے دیتے ہیں۔ اس کتابچے کا اسلوب عام فہم ہے۔ چھوٹے چھوٹے جملوں اور روزمرہ الفاظ کے استعمال سے نثر میں ایک روانی پیدا ہوئی ہے، جس سے قاری کی طبیعت پر خوشگوار اثر ہوتا ہے۔ اس کتابچے میں استدلالی اور تحقیقی انداز ساتھ ساتھ چلتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمدؒ اس نوع کے رسالوں میں بیش تر لوازمہ قرآن واحادیث اور مستند کتب سے اخذ کرکے اُن کا برمحل استعمال اپنے الفاظ اور اسلوب میں کرتے ہیں۔اس چار صفحات کے رسالے میں سینتیس حوالے دیے گئے ہیں۔ خانقاہی ادب میں تحقیقی انداز اختیار کرنے والوں میں آپ کا ایک اہم مقام ہے۔اس رسالے سے کچھ عبارت ملاحظہ کیجیے:

> اللہ نے سب سے پہلے نورِ محمدیؐ پیدا فرمایا۔[1] نبوت سے سرفراز کیا۔[2] درودوں کا سلسلہ شروع ہوا — فرشتے پیدا ہوئے تو وہ بھی درود وسلام میں شریک ہوگئے، اور جب وہ نور دنیا میں آیا[3] تو انسان بھی اس میں شریک ہوگئے[4] — اگر سمجھنے والے سمجھیں تو یہ بھی ایک جشن کا انداز ہے۔
>
> حضورِ انورؐ اس جہان رنگ وبو میں پیر کے دن تشریف لائے — آپ اظہارِ تشکر کے لیے پیر کے دن روزہ رکھتے تھے جب پوچھا گیا تو فرمایا — اِس دن میں پیدا ہوا اور اسی دن مجھ پر وحی نازل ہوئی۔[10]
>
> یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ خوانِ نعمت اُترے تو حضرت عیسٰی علیہ السلام اس دن عید

منائیں اور جب "جانِ نعمت" اُترے تو وہ دن عید کا دن نہ ہو؟[۲۲]

اِس رسالے کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اِس کا ترجمہ عربی، فارسی، سندھی، انگریزی، فرنچ اور ہندی زبان میں بھی کیا گیا ہے، یعنی یہ بیک وقت سات زبانوں میں شائع ہوا ہے۔ عیدوں کی عید کو مظہری پبلی کیشنز کراچی نے ۱۹۹۲ء میں شائع کیا۔

علامہ سید شاہ تراب الحق قادری کی تصنیف جمالِ مصطفیٰ ﷺ سیرتِ پاک میں ایک ایسا اضافہ ہے، جس میں اختصار کے ساتھ سیرتِ پاک کے معروف پہلوؤں کو محبت اور عقیدت سے بیان کیا گیا ہے۔ محمد آصف قادری نے جمالِ مصطفیٰ ﷺ کی اہمیت کو چند جملوں میں بیان کیا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ:

> موجودہ دور کی مصروف ترین زندگی میں ایک ایسی کتاب کی اشد ضرورت تھی جو مختصر بھی ہو اور جامع بھی، نیز یہ کہ اس میں جمالِ صورت بھی ہو اور جمالِ سیرت بھی ...... جمالِ مصطفیٰ ﷺ نے وقت کی اس اہم ترین ضرورت کو پورا فرمایا اور عام قاری کے لیے مذکورہ ضخیم و عظیم کتب کا خلاصہ تحریر فرمادیا۔[۲۳]

مذکورہ بالا ضرورت ہی اس کتاب کو تحریر کرنے کا محرک بنی۔ جمالِ مصطفیٰ ﷺ کی جامعیت کا اندازہ اس کے آٹھ ابواب کے عنوانات ہی سے ہوجاتا ہے، جن کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔ باب اوّل عشقِ مصطفیٰؐ، باب دوم جمالِ مصطفیٰؐ، باب سوم جمالِ اعضائے مبارکہ مطہرہ، باب چہارم اخلاقِ عظیم، باب پنجم خصائصِ مصطفیٰؐ از آیاتِ قرآن، باب ششم خصائصِ مصطفیٰؐ از احادیث مبارکہ، باب ہفتم محسنِ اعظم اور باب ہشتم علامتِ محبتِ رسولؐ۔ ہر باب میں دیگر عنوانات بھی قائم کیے گئے ہیں، جو اوّل موضوع سے متعلق ہی ہیں۔

جمالِ مصطفیٰ ﷺ کی خاصیت یہ ہے کہ اس کا لوازمہ قرآن، احادیث اور دیگر مستند کتب سے اخذ کیا گیا ہے۔ ہر لوازمے کے ساتھ ہی کتاب کا حوالہ بھی دیا گیا ہے اگرچہ یہ تفصیلی نہیں ہیں۔ تمام کتب اور ان کے مصنفین کے نام "مآخذ" کے عنوان سے کتاب کے آخر میں درج کردیے ہیں۔[۲۴] پہلے باب "عشقِ مصطفیٰ" کا آغاز ہی سید شاہ تراب الحق قادری نے قرآن کی آیتوں سے کیا

ہے۔تقریباً بیس کے قریب قرآنی آیتوں کے ترجمے دے کر ثابت کیا گیا ہے کہ حضور اکرمؐ کی نبوت ورسالت پر ایمان لانا اور آپؐ کی تعظیم وتوقیر کرنا فرض ہے۔

کتاب میں شامل باب کے ہر عنوان کو قرآن اور احادیث سے مزین کیا ہے۔ جمالِ مصطفی ﷺ میں مستند کتب سے ثابت کیا ہے کہ آپ کی ہر صفت چاہے اُس کا تعلق جمال سے ہو یا سیرت سے، اخلاق سے ہو یا کردار سے، انتہائے کمال سے بھی بڑھ کر ہے، اُس تک انسانی فکر نہیں جا سکتی ۔کتاب کے اشاعتی ذمے دار محمد آصف قادری نے لکھا ہے:

> حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظاہری و باطنی حسن وجمال کماحقہ بیان کرنے کے لیے علم دین کے علاوہ اللہ عزوجل اور اس کے حبیب علیہ السلام کا خاص کرم بھی شامل ہونا ضروری ہے۔[۲۵]

راقم کے خیال میں بھی سیرت پر کما حقہ تحریر کرنا ناممکن ہے کیونکہ جس ہستی کا ذکر خالقِ کائنات نے بلند فرمایا ہو، اس تک انسانی فکر کس طرح پہنچ سکتی ہے۔اسی لیے چودہ سو سال گذرنے کے بعد بھی سیرت پاکؐ پر مسلسل لکھا جا رہا ہے۔ سیرت پر محبت اور عشق کے جذبے سے قلم اٹھانے کی توفیق بھی اللہ اور اس کے حبیبؐ کا خصوصی کرم ہے۔ زیرِ بحث کتاب میں کئی حوالے ایسے دیے گئے ہیں، جن میں یہ تحریر کیا گیا ہے کہ آپؐ کی کما حقہ تعریف ناممکن ہے۔

> شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں: ’’جس نے بھی حضورؐ کی تعریف کی ہے، اس نے اپنی سمجھ اور عقل وفہم کے مطابق کی ہے اور آپ کی ذاتِ اقدس ہر صاحبِ عقل و دانش کے فہم سے بالاتر ہے۔‘‘ [شرح فتوح الغیب]
>
> بے شک رسول اللہؐ کے فضائل وکمالات کی کوئی حد نہیں کہ جو کوئی فصاحت والا اپنے منہ سے بول سکے۔حضرت خالد بن ولیدؓ سے اصرار کرکے جب آپؐ کے اوصاف بیان کرنے کو کہا تو آپ نے فرمایا: آقا اپنے بھیجنے والے (اللہ تعالیٰ) کی شان کا مظہر ہیں۔[مواہب اللدنیہ][۲۶]

اس طرح کی کئی اور عبارتیں بھی ہیں۔قرآن کے مطابق اللہ تعالیٰ نے آپؐ کا ذکر بلند فرمایا ہے، اب اُس تک کسی انسان کی رسائی کس طرح ہو سکتی ہے۔سیرتِ پاک پر کما حقہ لکھنے کا مقصد ہے،

قرآن کی مکمل تفہیم، اور قرآن کی کامل تفہیم بھی ناممکن ہے۔

جمالِ مصطفی ﷺ کتاب میں محبت و عشق کی ایک لہر دوڑتی ہوئی محسوس ہوتی ہے، یہی جذبہ کتاب میں تاثیر کا سبب بنتا ہے، کتاب کا اسلوب بھی ادبی رنگ لیے ہوئے ہے۔ زبان عام فہم ہے۔ موقع بہ موقع اردو، فارسی اور عربی کے اشعار دیے گئے ہیں، کہیں کہیں اشعار کے اردو ترجمے بھی دیے گئے ہیں۔ اب فارسی اور عربی زبان کا رجحان اردو دانوں میں کم ہو رہا ہے، اس لیے اردو کتب میں عربی، فارسی عبارات اور اشعار کے ساتھ اردو ترجمہ دینا افادیت کا باعث ہوتا ہے۔ اسلوب کی ایک مثال دیکھیے:

> رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت مبارک کشادہ اور ایسی چمک دار و خوبصورت تھی کہ جیسے پگھلائی ہوئی چاندی ہے۔ حضرت محرش بن عبداللہ الکعبیؓ فرماتے ہیں کہ جب سرکار دو عالم جعرانہ میں عمرے کا احرام باندھ رہے تھے، میں نے آپ کی پشتِ انور کی زیارت کی اور اسے ایسا پایا، جیسے چاندی کو پگھلایا گیا ہو۔[مسند احمد، بیہقی][۲۷]

سنہ اشاعت سے متعلق کوئی معلومات کتاب میں درج نہیں ہے، نہ ہی دیگر افراد کی تحریروں سے سنہ اشاعت کا اندازہ ہوتا ہے۔ پہلی اشاعت حافظ محمد آصف کی زیرِ نگرانی اسلام آباد سے ہوئی تھی، انھوں نے راقم کو بتایا کہ کتاب کا پہلا ایڈیشن ۱۹۹۲ء میں طبع ہوا تھا، جب کہ ایک ایڈیشن بزمِ رضا کھارادر کراچی نے بھی شائع کیا ہے، جس پر بھی کہیں کوئی سنہ درج نہیں ہے۔

صوفی محمد اقبال مہاجر مدنیؒ کی سیرت پاکؐ پر تحریر کردہ کتاب حقوقِ خاتم النبیین میں درود شریف کا مقام میں آپؐ کے حقوق پر عمومی اور درود شریف کی اہمیت اور فضیلت پر خصوصیت کے ساتھ بحث کی گئی ہے۔ اس کتاب کے مطالعے سے سے آپؐ اور درود شریف کی عظمت کے اُن پہلوؤں سے آگاہی حاصل ہوتی ہے، جن پر ایمان و عمل سے ایک مسلم، مومن کے درجے پر فائز ہوسکتا ہے۔ صوفی محمد اقبال مہاجر مدنیؒ کا قلم آپؐ پر تحریر فرماتے ہوئے دریاے عشق سے روشنائی حاصل کرتا ہے اور صفحۂ قرطاس کو عظمتیں عطا کرتا ہوا اُن پر گہر انوار بکھیرتا چلا جاتا ہے، یہ نورانیت، انسانوں کے قلوب کو تا قیامت منور کرتی رہے گی۔ پوری کتاب پر محبت و عشق کی چھاپ دکھائی دیتی ہے، جس کا اندازہ اس بات سے بھی ہوسکتا ہے کہ سر ورق پر گنبدِ خضرا کے ساتھ قصیدہ بردہ شریف کا یہ شعر تحریر ہے:

یــــــاربِّ صـــلِّ وســلــم دائــمـــــــــاً ابـــداً
عــلـــیٰ حبیبك خیــر الــخــلــق کــلــهــم

مذکورہ بالا شعر کتاب میں مختلف عنوانات کے اختتام پر تکرار کے ساتھ تحریر کیا ہے، اس کے لیے صفحہ۲۲، ۴۳، ۴۶، ۴۹، ۵۷، ۵۸ وغیرہ ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔کتاب کا آغاز حضرت شیخ زکریا ملتانیؒ قدس سرّہٗ کی اس وصیت سے کیا ہے کہ ’’دین تب ہی سلامت رہ سکتا ہے کہ جناب رسول اللہؐ پر درود پڑھے۔‘‘ اس کے اگلے صفحے پر عربی اور فارسی کے شعر درج کیے ہیں، جن میں عشق رسولؐ کا شاعرانہ اظہار کیا گیا ہے۔عربی شعر کا ترجمہ درج ذیل ہے۔اگر میں آپ کی خدمت میں پاؤں کے بجائے آنکھوں سے چل کر آتا، تب بھی میں حق ادا نہ کرسکتا تھا، اور میں نے آقا! آپ کا اور کون سا حق ادا کیا جو یہ ادا کرتا، جب کہ فارسی شعر یہ ہے:

محمد از تو می خواہم خدا را
خدایا! از تو حبِّ مصطفیٰ را

اس کے بعد قرآن کی سورۃ الاحزاب ۳۳ کی آیت نمبر ۵۶ بغیر حوالے کے دی ہے، جس میں اللہ تعالیٰ اور فرشتے محمدؐ پر درود بھیجتے ہیں اوراللہ نے مومنوں کو درود شریف پڑھنے کا حکم دیا ہے، ان کے بعد مولانا نانوتویؒ کے قصیدہ بہاریہ کے اشعار دیے ہیں، جن سے اُن کے عشقِ رسولؐ کی کیفیت کا پتا چلتا ہے۔اس کتاب کی تصنیف کے محرکات کے حوالے سے ایک بات تو ذیل کے اقتباس سے سامنے آتی ہے۔

> اس ماہِ مبارک رمضان۱۴۱۳ھ میں عارف باللہ حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینی صاحب دامت برکاتہم نے (جن کی کئی سال پیش تر جب پہلی مرتبہ زیارت ہوئی تو فوراً اپنے دو اکابرین کا تصور اور ان کا فیض صاف محسوس ہونے لگا، ایک شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ اور دوسرے امام الاولیا حضرت لاہوریؒ کا) اپنی تصنیف رحمت کائنات کا ایک نسخہ ارسال فرمایا، جس میں اپنے دستِ مبارک سے مجھ گنہگار کے نام کے ساتھ ’’الناشر الحقوق خاتم النبیین علی المسلمین‘‘ بھی تحریر فرمایا۔اللہ کے ولی کے یوں فرمانے کو بندے نے اللہ تعالیٰ کی ستاری اور کرم کا نشان سمجھا۔اور حضرت قاضی صاحب دامت برکاتہم کے الفاظ کی برکت و قبولیت کا ظہور اس طرح ہوا کہ حقوق المصطفیٰؐ کے

متعلق احقر کو اپنی مجلس میں مختصر بیان کرنے کی توفیق ہوئی۔ اس میں درود شریف کی فضیلت کا بیان اس انداز سے ہوا جو پہلے ذہن میں نہ تھا۔ اس لیے خود کو بھی ذوق حاصل ہوا اور دوستوں نے بھی پسند فرمایا۔[۲۸]

جب کہ دوسرا سبب وہ مسلمان ہیں جو آپؐ کی عظمت اور خصائص کے بارے میں بدظنی کا شکار ہیں۔ یہ وہ مسلمان ہیں جو اُن اکابرین کی عظمت کے تو قائل ہیں جو آپؐ کے عشق میں رنگے ہوئے تھے مگر عظمتِ مصطفیؐ اور صفاتِ مصطفیؐ کے کماحقہٗ قائل نہیں ہیں، جس کا تذکرہ کتاب کے صفحہ ۲۹ پر کیا گیا ہے۔ تیسرا پہلو یہ ہے کہ مسلمانوں میں محبتِ رسولؐ اور اتباعِ رسولؐ کا جذبہ بیدار ہو جائے۔ جیسا کہ مصنف نے لکھا ہے کہ ''آپؐ کے حقوق میں ام الحقوق تو آپؐ کی محبت اور آپؐ کا اتباع ہے۔''[۲۹]

محمد اقبال مہاجر مدنیؒ نے حضورؐ کے حقوق کی عظمت، اہمیت اور افادیت کو دل و دماغ میں مرتسم کرنے کے لیے استدلالی انداز اختیار کیا ہے۔ پہلے حقوق اللہ اور حقوق العباد کا تذکرہ کیا پھر دیگر مخلوقات کے حقوق کا ذکر کر کے'' آپؐ کے حقوق ادا کیے بغیر ایمان معتبر نہیں'' کے عنوان میں تحریر فرمایا کہ ''جب ادنیٰ سے ادنیٰ مخلوق کے حقوق کی کوتاہی پر اتنا مواخذہ اور پکڑ ہے تو افضل الخلق، احب الخلق الی اللہ کے حقوق میں کوتاہی کتنا سخت قابلِ گرفت معاملہ ہوگا، جس میں انتہائی غیر معمولی فکر و احتیاط کی ضرورت ہے۔''[۳۰] آپؐ کے حقوق کی اہمیت کا اندازہ درج ذیل جملوں سے کیا جاسکتا ہے جو کتاب میں موجود ہیں۔

(الف) آپؐ کے حقوق میں ام الحقوق تو آپؐ کی محبت اور آپؐ کا اتباع ہے۔

(ب) محسن اعظمؐ کا حق ہم پر ہماری جانوں سے زیادہ ہے۔ اس کے بعد قرآن کی سورۃ الاحزاب ۳۳ کی آیت ۶ کی تفسیر عثمانی سے تشریح بھی لکھی ہے۔

(ج) نبیؐ کے طفیل ابدی و دائمی حیات ملتی ہے۔ شاہ عبدالقادر کا بیان نقل کیا ہے کہ ''نبی نائب ہے اللہ کا۔ اپنی جان و مال میں اپنا تصرف نہیں چلتا، جتنا نبی کا چلتا ہے۔ اپنی جان دہکتی آگ میں ڈالنا روا نہیں اور اگر نبی حکم دے دے تو فرض ہوجائے۔''

(د) حضرت شیخ الاسلام ابن قیمؒ کا فرمانِ عالی شان بھی اس کتاب کی زینت ہے کہ

"جب رسول اللہؐ نے افتقار الی اللہ کے مقام (عبدیتِ کاملہ) کو مکمل کرلیا تو اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو دنیا و آخرت میں آپ کا محتاج بنا دیا۔"[۳۱]

طرز اسلوب آپ کی کتاب آداب النبی ﷺ سے مماثلت رکھتا ہے۔ وہی عربی، فارسی اور اردو اشعار موضوعات کی مناسبت سے جا بجا تحریر کیے ہیں۔ تمام عنوانات اردو انداز میں ہیں مگر ایک عنوان میں فارسی اور عربی انداز ہے۔ وہ عنوان "درود شریف مبطل شرک و مکمل توحید" ہے۔ لفظی اور جملوں کی تکرار سے بھی تحریر میں حسن اور تاثیر پیدا کی گئی ہے۔ ملاحظہ ہوں:

حضور انورؐ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔

حضور انورؐ کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت ہے۔

حضور انورؐ کی خوشنودی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے۔

حضور انورؐ کی نافرمانی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔

حضور انورؐ کی ناراضی سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔

حضور انورؐ کا مخالف اللہ تعالیٰ کا مخالف ہے۔[۳۲]

روحانیت اور خانقاہی نظام کے حوالے سے درود شریف کی اہمیت کو جامع انداز میں بیان کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ:

جس طرح درود شریف حقوق کی ادائی کا ذریعہ ہے، اسی طرح اس کی کثرت سلوک و تربیت میں بڑا اثر رکھتی ہے۔ مشائخ سلوک کا مجرب ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس کی غیر معمولی کثرت سے دل میں ایک نور پیدا ہوتا ہے جو تربیتِ باطن میں مرشدِ کامل کا کام دیتا ہے۔[۳۳]

زیر بحث کتاب کا لوازمہ مختلف کتابوں سے تحقیق کرکے تحریر کیا گیا ہے مگر جدید تحقیقی انداز اس کتاب میں نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس کتاب کے آخر میں ایک کتابچہ "شِفاءُ الاسقام" ہے، جس میں قرآنی آیات کی روشنی میں مؤلف نے چالیس درود شریف اختراع کیے ہیں، اس اختراعی عمل کے لیے سنن ابن ماجہ سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت کو پیش کیا ہے، جس کی رو سے آپؐ پر درود شریف بھیجنے کے لیے اچھے اچھے کلمات کے اضافے کی ترغیب ہے۔[۳۴] مؤلف نے جو درود پاک اس

کتابچے میں تحریر کیے ہیں، وہ عربی زبان میں ہیں اگر ان کا اردو ترجمہ بھی دے دیا جاتا تو قارئین اُس مفہوم سے بھی آگاہ ہو جاتے، جو اِن درود میں پیش کیا گیا ہے۔ قطع نظر اردو ترجمہ نہ دینے کے، مؤلف کا یہ عملِ عشقِ رسولؐ پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ نے اُنھیں ایک عظیم کام کی توفیق عطا فرمائی۔ یہ درودِ پاکؐ یقیناً ان کے عقیدت مندوں اور دیگر مومنین کے توسط سے نسل در نسل جاری رہے گا۔ حقوقِ خاتم النّبیین ﷺ کو مکتبہ حضرت شاہ زبیرؒ کراچی نے شائع کیا۔

پروفیسر محمد عبداللہ امینؔ جن کا اصل نام ظفر احمد فاروقی ہے، صوفی محمد اقبالؒ کے مجازِ صحبت ہیں، اس کے علاوہ انھیں اپنے والد محترم محمد زبیرؒ اور مولانا محمد سہیل مہاجر مدنی سے بھی خلافت عطا ہوئی ہے۔ اِن کی کتاب جھلکیاں محبوب ﷺ کی اداؤں کی سیرت پر ایک جامع اور مستند کتاب ہے، یہ سیرت کی وہ کتاب ہے، جس کا سرورق ہی عشقِ رسولؐ سے رنگا ہوا ہے۔ سرورق کے آغاز میں ''ورفعنا لك ذكرك ''اس کے نیچے علامہ اقبال کا یہ مصرع ''دہر میں اسمِ محمد سے اجالا کر دے'' تحریر کیا ہے، لیکن مصنف کے عشق کی پیاس ابھی بجھی نہیں، سرورق کے پائینتی سے کچھ اوپر یہ درج ہے۔

تیز کرو تیز کرو
چراغ عشق کی لو تیز کرو

یہی نہیں انتساب بھی ''محبوب کا تذکرہ — چاہنے والوں کے نام''، محبت کے رنگ میں رنگا ہوا ہے۔

سیرت نگاروں کی فہرست میں شامل ہونا، اللہ کی طرف سے بڑا اعزاز اور اُس کے حبیبؐ کا کرم ہے، اس موضوع پر ہر ہر انداز سے کتب تحریر کی گئیں ہیں۔ یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے اور تا قیامت جاری رہے گا۔ اللہ نے ''ورفعنا لك ذكرك '' جو کہہ دیا۔ پروفیسر محمد عبداللہ امینؔ نے بھی یہ کاوش کی اور کامیاب رہے۔ سیرت نگار نے اس کتاب کو تینتالیس ابواب میں تقسیم کیا ہے، جن میں آپؐ کی سیرت و کردار کے اتنالیس اہم پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے، ہر پہلو کا ایک باب ہے، ہر باب میں ضمنی عنوانات ہیں، جو اُس باب کی کسی نہ کسی حوالے سے توضیح کرتے ہیں۔ ابتدائی باب ''سب سے زیادہ لائقِ تعریف'' ہے، اس باب کے ضمنی عنوانات امت کے سردار محمد، فخرِ اولادِ آدم، مصلحِ اعظم، رائے میں سب

سے افضل، دشمن بھی مان لینے پر مجبور ہوگیا، ساتھی جبرئیلِ امیں، آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہاداری، یکتائے روزگار ایمانِ خدا لازم ایمانِ محمدؐ، جامع الصفات ،گذشتہ آسمانی کتابوں کی بشارت اور ہے کم سنی ہی سے ذوقِ بلند پروازی ہیں ۔اس ایک باب میں چار کتب کتابِ الشفاء، شیم الحبیب، مستدرک حاکم اور سیرتِ ہشام سے استفادہ کیا گیا ہے ۔اول الذکر کے حوالے زیادہ ہیں اور چار شاعروں کے کلام دیے گئے ہیں، ان میں سب سے زیادہ خواجہ عزیزالحسن مجذوب کے اشعار ہیں، ان کے علاوہ جگر مرادآبادی، اقبال عظیم اور انعام تھانوی کا ایک ایک شعر ہے ۔کم وبیش یہی صورت پوری کتاب میں ہے ۔کتب اور شاعروں کے ناموں میں تغیر ہوتا رہا ہے ۔اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ آپ نے کس قدر محنت اور محبت سے یہ کام کیا ہے ۔

اس کتاب کی ایک خاص بات یہ ہے کہ اس میں مصنف نے اپنے خیال وفکر کے گھوڑے نہیں دوڑائے ہیں بلکہ جو باتیں کتب میں درج تھیں، اُن کا انتخاب کیا ہے ۔سیرت نگار نے موضوع سے متعلق اشعار بھی تحریر کیے ہیں، اس طرح یہ خوبصورت اور خوب سیرت نثر کے ساتھ، دلوں میں اترنے والے برجستہ اشعار کا مجموعہ بھی ہوگیا ہے ۔اس کتاب کی ایک بڑی خوبی یہ بھی ہے کہ اس کے بنیادی لوازمے میں آپؐ کی حیاتِ طیبہ کے بارے میں معلومات کی بجائے اُن پہلوؤں کو ترجیح دی گئی ہے، جن کا تعلق سیرت سے ہے جب کہ حیاتِ مبارکہؐ کے بارے میں معلومات کو ایک نئے انداز سے پیش کیا ہے، جس سے کتاب کے حسن میں مزید اضافہ ہوگیا ہے ۔کتاب کی ضخامت اور صفحات کی تعداد میں اضافہ بھی نہیں ہوا، اور قاری غیرمحسوس طور پر سیرت کے ساتھ ساتھ معلومات سے بھی آگاہ ہوتا جاتا ہے، یعنی آپؐ کی زندگی کے پہلوؤں کو ہر صفحے کے بالائی حصّے میں صفحہ نمبر کے ساتھ کچھ چھوٹے فونٹ میں درج کردیا ہے، یوں ہر صفحے پر ایک بات کا پتا چلتا رہتا ہے ۔یہ معلومات ایک ایک فصیح و بلیغ جملے میں پیش کی گئی ہیں ۔چند جملے ملاحظہ ہوں:

آنحضرتؐ کے دادا عبدالمطلب نے بیاسی سال کی عمر میں وفات پائی ۔
دورانِ ہجرت آنحضرتؐ کو پکڑنے کا انعام قریش نے سو اونٹ مقرر کیا ۔
سیدالشہدا حضرت حمزہؓ کی کنیت ’’ابو عمارہ‘‘ تھی ۔[۳۵]

اس سیرتِ پاکؐ کو تحریر کرنے کا بنیادی مقصد عوام و خواص کو آپؐ کی سیرت سے آگاہی دے کر اس پر عمل کی ترغیب دینا ہے۔ اس موضوع پر اکتالیسواں باب ''حضورِ اکرمؐ کے حقوق، افرادِ امت پر'' صفحہ ۴۵۰ پر دیا گیا ہے، جس میں آپؐ کی سنت کے اتباع اور اطاعت پر زور دیا گیا ہے۔ اس باب پر سیرت نگار محمد عبداللہ امینی نے بھی ''عرض مؤلف'' (صفحہ نمبر ندارد) میں توجہ دلائی ہے۔ ''عرض مؤلف'' میں یہ جملے بھی کتاب کے محرکات کا تعین کرتے ہیں۔

> اس تالیف میں جناب رسول پاکؐ کی سیرتِ طیبہ سے ایسے واقعات کو منتخب اور یک جا کیا گیا ہے، جن کے مطالعے سے پڑھنے والے میں تاثر پیدا ہو اور اللہ جل شانہٗ اور حضورؐ کی معرفت، محبت اور عشق میں اضافہ۔[۳۶]

زیرِ بحث کتاب میں سیرت کے اُن پہلوؤں کو بھی کتاب کا حصہ بنایا گیا، جن سے ہمیں زندگی گذارنے کا سلیقہ آتا ہے۔ ان پہلوؤں پر عمل پیرا ہو کر آخرت کے ساتھ ساتھ دنیا بھی سنواری جا سکتی ہے۔ ''پچھلی قوموں کی طرح ہلاکت'' میں آپؐ کا بخاری شریف اور مسلم شریف سے یہ قول تحریر کیا گیا ہے جو آج بھی ہماری رہنمائی فرما رہا ہے۔

> مجھ کو تمام دنیا کے خزانوں کی کنجی دی گئی ہے۔ مجھے خوف نہیں کہ میرے بعد تم شرک کرو گے لیکن اس سے ڈرتا ہوں کہ تم دنیا میں مبتلا ہو جاؤ اور اس کے لیے آپس میں کشت و خون نہ کرنے لگ جاؤ، تو پھر اسی طرح ہلاک ہو جاؤ، جس طرح تم سے پہلی قومیں ہلاک ہوئیں۔[۳۷]

اندازِ تحریر فصاحت و بلاغت لیے ہوئے ہے، مختصر جملے، مانوس اور سادہ الفاظ۔ موضوع کے اعتبار سے اشعار کے برمحل استعمال نے بیان میں چار چاند لگا دیے ہیں جو کتاب کے تقریباً ہر صفحے پر موجود ہیں۔ بعض صفحات پر دو دو تین تین اشعار بھی دیے گئے ہیں، جن سے قاری محظوظ ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ اگرچہ کتب کے حوالے دیے گئے ہیں مگر ان کے بارے میں دیگر معلومات مثلاً صفحہ نمبر، طبع، سالِ اشاعت اور پبلشر کے بارے میں کوئی معلومات نہیں دی گئی ہیں، نہ ہی جن کتب سے استفادہ کیا گیا ہے ان کی کوئی فہرست کتاب میں شامل ہے۔ البتہ ہر باب اور اس کے ذیلی عنوان کو بھی فہرست میں مع صفحہ نمبر دے کر، قاری کو تلاش کی سہولت فراہم کی گئی ہے۔ اسلوب کی مختصر سی جھلک ملاحظہ کریں:

> طفیل بن عمرو دوسی قبیلے کا مشہور شاعر تھا اور کیونکہ عرب میں شعرا کا بہت اثر تھا یعنی وہ قبیلے کے قبیلے کو جدھر چاہتے جھونک دیتے تھے، اس لیے قریش نے کوشش کی کہ وہ کسی طرح آنحضرت کی خدمت میں نہ پہنچنے پائے لیکن ایک دفعہ اس نے جب اتفاقیہ حضور اکرم کو قرآن مجید پڑھتے سُنا تو وہ فوراً مسلمان ہوگیا اور اس کے ساتھ ہی اسی زمانے میں قبیلہ دوس میں بھی اسلام پھیلنے لگا۔ تاہم سارے قبیلے نے طفیل کی دعوت قبول نہ کی۔ وہ رنجیدہ ہوکر آنحضرتؐ کے پاس آئے اور عرض کی یا رسول اللہ! دوس نے نافرمانی کی۔ ان پر بد دعا کیجیے۔ رحمتِ عالمؐ نے ہاتھ اُٹھائے اور فرمایا: ’’خدایا! دوس کو ہدایت دے اور ان کو بھیج۔‘‘ اس کے بعد سارا قبیلہ مسلمان ہوگیا۔ (صحیح بخاری)[۳۸]

’’عرض مؤلف‘‘ ۵/فروری ۱۹۹۴ء کا تحریر کردہ ہے، جس سے پتا چلتا ہے کہ یہ کتاب فروری ۱۹۹۴ء میں تیار ہوگئی تھی۔ تاہم اس کی پہلی اشاعت جنید پبلشر کے زیر اہتمام جنوری ۱۹۹۵ء میں ہوئی جب کہ طبع ثانی جون ۱۹۹۶ء میں ہوئی۔

سندھ کی خانقاہوں میں سیرت پاکؐ پر جو کتب تحریر کی گئیں ہیں، اُن میں موضوعات کا تنوع ہے، وہ صرف آپؐ کے حالاتِ زندگی ہی پر مشتمل نہیں ہیں بلکہ ہر اس موضوع پر ہیں، جن سے آپؐ کا تعلق بنتا ہے۔

صوفی محمد اقبال مہاجر مدنیؒ کی کتاب آداب النبی ﷺ میں آپؐ کی شخصیت کے آداب پر مفصل روشنی ڈالی گئی ہے، یہ پوری کتاب عشقیہ رنگ لیے ہوئے ہے۔ یہ آداب کس نوعیت کے ہیں؟ اِن کے تقاضے کیا ہیں؟ اس کے دینی نقطۂ نظر سے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟ آپؐ کے امتی پر کیا حقوق ہیں؟ ان سب پہلوؤں کو وضاحت سے کتاب میں بیان کیا گیا ہے، اِس ضمن میں دیگر کتب سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ آپؐ کے حقوق کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

> حضورؐ کے نبی اور رسول ہونے کی جہت امت پر جو حقوق ہیں وہ صرف اظہار ایمان تک محدود نہیں، بلکہ زبان، دل اعضا سب پر حقوق ہیں اور وہ حقوق ختم نہیں ہوتے بلکہ قیامت تک باقی رہیں گے۔[۳۹]

مذکورہ تحریر کے بعد حافظ ابن تیمیہؒ کی کتاب الصارم کے دو اقتباسات بھی پیش کیے ہیں۔
اسی طرح قاضی زاہد الحسینی کی کتاب بامحمد ﷺ باوقار سے درج ذیل اقتباس اخذ کیا ہے۔

جب تک سید دو عالم کو ان تمام صفات اور خصوصیات کے ساتھ صدقِ دل سے تسلیم نہ کیا جائے گا جو ان کو من جانب اللہ عطا ہوئی ہیں، اس وقت تک تمام عقائد اور اعمال، اخلاق، آداب وغیرہ امور نا قابلِ اعتماد اور عنداللہ غیر مقبول ہیں۔[۴۰]

سیرتِ پاک کی جن کتب سے مؤلف نے استفادہ کیا ہے، ان میں سیرت النبی ﷺ از سید سلیمان ندویؒ، نشر الطیب، بامحمد ﷺ باوقار، رحمتِ کائنات، العطور المجموعہ، الشفا بحقوق المصطفی ﷺ، حیاتِ صحابہؓ، فضائلِ حج، عربی کتب میں الخصائص الکبریٰ، مواہب اللدنیہ، رحمۃ للعالمین شامل ہیں۔صوفی محمد اقبالؒ نے کتاب کو تحریر کرنے کا مقصد تو کہیں نہیں بیان کیا مگر کتاب کے مطالعے سے جو محرکات نمایاں ہیں، ان میں ایک سبب تو یہ ہوا کہ ایک بزرگ کی کتاب آداب النبی ﷺ کو دربارِ نبویؐ میں قبولیت حاصل ہوئی۔تو ان سے حضورؐ نے فرمایا۔"یہ میرا ہی رسالہ ہے، اس وقت مسلمانوں میں آداب کی بہت کمی آگئی ہے۔حقوق اور آداب بہت ہی اہم ہیں، اس کمی کی وجہ سے یہود و نصاریٰ مسلمانوں پر غالب آرہے ہیں اور مسلمان بھی اس سازش میں آرہے ہیں۔"[۴۱]

اس کتاب کو تحریر کرنے کا اوّل محرک تو آپؐ کا حکم ہے۔جس کا ذکر "انعام باری" کے عنوان میں یوں کیا ہے:

الحمدللہ اس مبارک رسالے کی ابتدائی تالیف بھی بطریق مذکور [بزرگ کے واقعے] حضورِ اقدسؐ کے حکم سے ہوئی۔[۴۲]

کتاب میں موجود داخلی شواہد سے بھی دیگر محرکات کا اندازہ ہوتا ہے۔آپؐ سے محبت کا غلبہ بھی کتاب لکھنے کے محرکات میں سے ایک ہے، جو کتاب میں بیشتر مقامات پر واضح دکھائی دیتا ہے۔ آداب النبی ﷺ میں لکھتے ہیں کہ آپؐ کے خصائص مبارکہ اِس قدر جامع ہیں کہ ان کی تشریح کرنے سے انسان کی عقل و فہم قاصر ہے۔اس بات کی سند میں آپ نے امام ابن تیمیہؒ کا یہ بیان تحریر فرمایا

ہے۔" آپؐ کا اپنے ربّ کے یہاں اس قدر بلند مرتبہ ہے کہ جس تک انسانی عقل کی رسائی نہیں ہو سکتی اور جس کی تشریح سے انسانی زبانیں قاصر ہیں۔"[۴۳]

مذکورہ بالا بیانات کی تشریح قرآن کے اس مفہوم سے ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر بلند فرمایا۔[۴۴] جس ہستی کا ذکر اللہ بلند و بالا فرمائے، اُس کی تفہیم انسانوں سے کیونکر ہو سکتی ہے۔

آداب النبی ﷺ میں کچھ تعلیم یافتہ مسلمانوں کا طرزِ عمل بیان کیا ہے، جس کے مطابق وہ آپؐ کو ایک لیڈر، عظیم شخصیت، ریفارمر تو سمجھتے ہیں مگر آپؐ سے محبت کا جذباتی تعلق نہیں جوڑتے، وہ اس نوع کے تعلق کو شرک وبدعت کہتے ہیں، جس کے نتیجے میں ایمان کی روح ختم ہو رہی ہے۔ مؤلف کو اس بات کا زیادہ قلق اِس لیے ہے کہ یہ رویہ اُن مسلمانوں کا ہے جن کے اکابرین وہی ہیں جو مؤلف کے ہیں۔ اس کا اظہار یوں کیا ہے کہ:

> اہلِ حق میں سے ہونے کا دعویٰ کرنے والے حضرات جن اکابرین کی طرف اپنے کو منسوب کرتے ہیں، ان اکابرین میں بانی دارالعلوم دیوبند حضرت نانوتویؒ اپنی کتاب میں قائلین از یادِ محبت کو کافر یا خارج از مذہب اہلِ سنت والجماعت سمجھنے والوں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:
>
> ان کان کفراً حب قدرِ محبت
>
> فلیشهدالثقلان الی کفر
>
> اور ہمارے سارے ہی اکابرین کی سوانح عمریاں اور تصانیف عشقِ نبویؐ سے لبریز ہیں کہ کسی بھی شخصیت کی بڑائی کا دین میں معیار ہی محبت و اتباعِ رسولؐ ہے۔[۴۵]

گویا عام مسلمانوں کو غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے کہ اسلامی تعلیمات کی روح حبِّ رسولؐ میں ہے، جس قدر عشقِ رسولؐ ہوگا تعلیمات اسلامی پر عمل کرنا آسان اور سہل ہوگا کیونکہ محبوب کی ادا اپنانے میں قلبی تعلق اور خلوص ہوتا ہے جو قرآن اور حدیث کے مطابق عمل کی جان ہے۔ حبِّ رسولؐ کے بِنا عبادت میں حضوریِ قلب دشوار ہو جاتی ہے۔

مذکورہ کتاب میں اصلاحی پہلو بھی نمایاں ہے۔ یہ اصلاح ظاہر و باطن، ہر دو حوالے سے

ہے۔ سیرت نگار نے ڈاڑھی مبارک اور پائنچے اونچے رکھنے کے بارے میں احادیث کی روشنی میں بیان کیا ہے۔ یہی نہیں صحابہ کرامؓ کی زندگی کے اُن واقعات کو بھی پیش کیا ہے، جن میں عشقِ رسول ؐ کی کیفیت ہے، جہاں عقل و مادیت کا گماں بھی نہیں ہے، ایسے واقعات کو پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ کس طرح امتِ مسلمہ حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے میں سستی کا مظاہرہ نہ کرے۔ صحابہ کرامؓ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

> صحابہ کرامؓ میں چونکہ ایمان بھی اعلیٰ درجے کا تھا، اس لیے ان کی محبت بھی محبوبِ خداؐ کے ساتھ بے مثال تھی جس کے نتیجے میں ادب و تعظیم بھی کمال درجے کی تھی۔ اس کا ثمرہ کمال درجے کا اتباع اور اطاعت ہے۔ حقیقی تعظیم وہ تعظیم ہے جس کا منشا محبت ہو، اور اکرام وہ اکرام ہے جس کا مبدا محبت ہو۔[۴۶]

اس طرح انسانی نفسیات کو مدنظر رکھتے ہوئے لکھا ہے کہ انسان کی طبیعت میں گناہ کرنا شامل ہے، لہٰذا ان گناہوں سے ایک دم چھٹکارا آسان نہیں ہے، اس لیے گذشتہ گناہوں سے معافی اور آئندہ چھوڑنے کے ارادے کا حکم دیا گیا ہے، اور یہ بہت آسان ہے۔ اگر کمزوری اور نفس کی شرارت سے دوبارہ گناہ سرزد ہو جائے تو پھر معافی اور ترکِ گناہ کا ارادہ کرے چاہے یہ معاملات دن میں سو بار ہی ہو جائیں۔ اس عمل سے توبہ کا اجر ضائع نہیں ہوتا۔ انسانی نفسیات کا تقاضا ہے کہ بار بار توبہ کرنے سے بالآخر شرمندہ ہو کر بتدریج گناہوں کو ترک کرنے کی بات ذہن میں راسخ ہو جائے گی۔ اس کے علاوہ بار بار توبہ سے اللہ کی رضا حاصل ہوگی اور اُس کی رحمت سے گناہوں سے بچنے کی توفیق بھی حاصل ہوگی۔

خانقاہی رنگ بھی اس کتاب کی خاص بات ہے۔ اوّل تو عشق و محبت خود اپنی جگہ صوفیانہ پہلو ہیں۔ مشائخ کرام کے واقعاتِ محبت رسولؐ بھی کتاب میں تحریر کیے ہیں۔ اسی طرح اللہ کے رحمانی پہلو کو بھی تفصیل سے ضبطِ تحریر میں لایا گیا ہے، یہی نہیں اولیائے کرام میں سے حضرت جنید بغدادیؒ اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ کے اُن واقعات کو بھی بیان کیا ہے، جن میں محبتِ رسولؐ کے سبب ان کو اعلیٰ مقامات عطا کیے گئے۔

آدابُ النبی ﷺ میں مؤلف کا وسیع مطالعہ دکھائی دیتا ہے۔ بات کو مؤثر اور پُر اثر بنانے

کے لیے دیگر کتب سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ گویا یہ کتاب تحقیق کر کے لکھی گئی ہے، مگر خانقاہی نظام کی بیشتر کتب کی طرح تحقیقی طریقہ تقریباً نہ ہونے کے برابر ہے، یہاں تک کہ قرآن کے حوالے بھی کہیں دیے اور کہیں نہیں دیے گئے۔ حدیث کی کتب کے صرف نام کچھ مقامات پر درج کیے گئے ہیں مگر تفصیل نہیں دی گئی۔ اسی طرح ایک دو کتب کے حوالے میں صرف کتاب کا نام اور صفحہ نمبر لکھا ہے۔

آداب النبی ﷺ کا اسلوب رواں ہے، غیر مانوس الفاظ اور عربی و فارسی کا استعمال کم کم ہی کیا گیا ہے۔ عربی قصائد کے اشعار جابجا پیش کیے گئے ہیں، جن سے کتاب میں ادبی رنگ پیدا ہوا ہے، اسی طرح فارسی اور اردو اشعار بھی کتاب کی زینت بنے ہیں۔ اشعار کی موجودگی سے مؤلف کے ادبی اور شعری ذوق کا اندازہ ہوتا ہے۔ اشعار کی پیشکش میں یکسانیت نہیں ہے۔ عربی اور فارسی اشعار مع ترجمہ اور بغیر ترجمہ، دونوں طرح تحریر کیے گئے ہیں، جس کے لیے ص ۱۵، ۲۱ اور ۲۷ ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔

حضرت صوفی محمد اقبال مہاجر مدنیؒ کی آداب النبی ﷺ کو مکتبہ شاہ زبیر کراچی نے شائع کیا اور سنہ اشاعت تحریر نہیں کیا۔ مؤلف نے کتاب کے اختتام پر ۱۳/محرم ۱۴۱۵ھ تحریر فرمایا ہے، جس کا عیسوی سن جون ۱۹۹۴ء بنتا ہے، جس سے کتاب کے سنہ تالیف کا پتا چلتا ہے۔

محمد رسول الله ﷺ خواجہ شمس الدین عظیمی کی سیرت پر مبنی کتاب ہے۔ یہ تین جلدوں پر مشتمل ہے۔ کتاب کے آخر میں ابوالاثر حفیظ جالندھری کا مشہور نعتیہ سلام "سلام اے آمنہ کے لال" شامل کیا ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے "ابتدائیہ" سے پتا چلتا ہے کہ اس جلد کے مخاطب روحانیت کے طالب علم ہیں، عموماً یہ ہوتا ہے کہ روحانیت کے شائقین کی اکثریت عجلت میں کسی سلسلے کو اختیار کرلیتی ہے، جب وہ کچھ ریاضت اور ذکر کرتے ہیں تو ان کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ انھیں غیر معمولی یا غیر مرئی قوت حاصل ہو، جب کہ وہ روحانی تعلیمات پر کما حقہٗ عمل پیرا بھی نہیں ہوتے، اُن میں حصولِ علم کا ذوق وشوق ہوتا ہے نہ وقت کی قربانی دینے کا جذبہ، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ روحانی علم کا حصول، دنیاوی علم کے حصول سے زیادہ آسان ہے، ایسے افراد کی ذہنی تربیت کرتے ہوئے خواجہ شمس الدین عظیمی لکھتے ہیں کہ ایک سال میں بچہ ۱۰۰ تک گنتی سیکھتا ہے، جب کہ اسکول کے اساتذہ

اور والدین بھرپور توجہ بھی دیتے ہیں، اس طرح دس سال میں میٹرک کرنے کے بعد صرف یہ پتا چلتا ہے کہ اُسے کس شعبے میں تعلیم حاصل کرنی ہے، میٹرک تک تعلیم کے لیے ہزاروں گھنٹے صرف ہوتے ہیں، اور روحانیت کے لیے ہفتے میں صرف ایک گھنٹہ دے کر یہ توقع کی جاتی ہے کہ کشف و مشاہدہ حاصل ہو جائے۔ عظیمی صاحب کے خیال میں روحانی طلبہ اور طالبات میں منفی، شیطانی اور غیر اسلامی روایات سے بغاوت کرنے کا حوصلہ اور جذبہ ہونا ضروری ہے۔[۴۷]

محمد رسول اللہ ﷺ کے مقصدِ تحریر سے آگاہی، اُن کے اِس بیان سے بھی ہوجاتی ہے کہ ''پیش نظر صفحات میں سیدنا حضور علیہ السلام کی حیاتِ طیبہ کے وہ پہلو جمع کیے گئے ہیں، جن میں مثبت طرزِ فکر کو فروغ دینے میں شر کے نمائندوں کی طرف سے قدم قدم پر کھڑی کی گئی رکاوٹوں کا تذکرہ ہے۔''[۴۸] اِن رکاوٹوں کو آپؐ نے مثبت طرزِ فکر سے دور کیا۔ آپؐ نے ذہنی اور جسمانی اذیتوں کو برداشت کیا۔ اس مستقل اور مسلسل جدوجہد کے نتیجے میں وہ توحید کے پیغام کو عام کرنے میں کامیاب ہوئے۔ اللہ اُن سے اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے۔ خواجہ شمس الدین عظیمی نے روحانی طلبہ اور اساتذہ کو مشورہ دیا ہے کہ وہ سیرتِ طیبہ کا بار بار مطالعہ کرنے کے ساتھ اِس پر غور و فکر بھی کریں۔

آپؐ کے ابتدائی بارہ سال، اس انداز سے تحریر کیے گئے ہیں کہ اِن میں گہرا تأثر پیدا ہوگیا ہے جو صوفیانہ ادب کا خاصا ہے۔ آپؐ کے اسی دور سے مثال دیتے ہوئے، موجودہ دور کے روحانی طلبہ و طالبات کو غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے کہ آپؐ آٹھ سال کی عمر میں کس قدر احساسِ ذمہ داری سے آگاہ تھے۔ ملاحظہ ہو:

> آٹھ سال کی عمر میں جب کہ بچے دنیا کی اونچ نیچ سے بے خبر کھیل کود میں مگن ہوتے ہیں، محمدؐ دن بھر بکریوں کی رکھوالی کرتے، جنگل میں انھیں چرانے لے جاتے، دوپہر کے کھانے میں جھڑ بیری کے بیر کھا کر پیٹ بھرتے، اونٹوں کی مہار پکڑتے اور گھر کے چھوٹے بڑے کام کرتے تھے۔[۴۹]

محمد رسول اللہ ﷺ جلد اوّل کی فکری جہتیں بھی ہیں۔ اِس کتاب میں سیرت کے اُن پہلوؤں اور واقعات کو بیان کیا گیا ہے، جن کے مطالعے سے سماج اور معاشرے میں انقلابی تبدیلیاں لانا ممکن ہے۔ قیادت میں کون سی صفات ہونی چاہئیں، جو مقاصد کے حصول میں معاون ثابت ہوتی

ہیں۔ معاشرے میں تبدیلی کے لیے کن کن مصائب اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اِس بارے میں آپؐ اور آپؐ کے رشتے داروں کے سماجی بائیکاٹ کا واقعہ بڑا ہی کرب انگیز ہے، جس میں مسلسل رنج و الم اور دائمی بھوک کے سبب حضرت خدیجہؓ بیمار ہوئیں اور مناسب علاج اور غذا نہ ہونے کے سبب وصال فرمایا، اس بائیکاٹ کی واپسی کا نقشہ ملاحظہ کیجیے:

> جب مسلمان شعب ابی طالب سے واپس لوٹے تو مسلسل فاقہ کشی، بھوک اور پیاس کے باعث بے حد کمزور ہو چکے تھے، ان کے چہرے ہڈیوں کے ڈھانچے بن چکے تھے اوران کے بدن کی کھال سورج کی تمازت سے بُری طرح جھلس گئی تھی۔[۵۰]

اس طرح کے دیگر واقعات کو بھی پُر اثر انداز میں پیش کیا گیا ہے، ابتدایے میں بھی فکری عنصر موجود ہے۔ عظیمی صاحب لکھتے ہیں:

> پیدائش کے بعد انسان کا تعلق تین نظاموں سے ہے۔ پہلا نظام وہ ہے جہاں اس نے خالق حقیقی کو دیکھ کر اُس کے منشا کو پورا کرنے کا عہد کیا، دوسرا نظام وہ ہے جس کو ہم عالَم ناسوت، دارالعمل یا امتحان گاہ کہتے ہیں۔ اور تیسرا مقام وہ جہاں انسان کو امتحان کی کامیابی یا ناکامی سے باخبر کیا جاتا ہے۔[۵۱]

مذکورہ تینوں نظاموں کا تذکرہ قرآن اور احادیث میں آیا ہے، پہلا نظام سورۃ الاعراف کی آیت سے اخذ کردہ ہے، جب روحوں کا اللہ سے مکالمہ ہوا تھا اور انسان نے اللہ کو اپنا رب تسلیم کیا تھا۔ ''الست بربکم، قالو بلیٰ '' [ترجمہ: کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں؟ ہاں تم ہی ہمارے ربّ ہو]۔ دوسرا اور تیسرا نظام بھی قرآن اور احادیث ہی سے ماخوذ ہے۔ ''سو جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل بھی کیے تو ان کو ان کا پروردگار اپنی رحمت میں داخل کرے گا۔''[۵۲] حدیث پاک ہے، ''الدنیامزرعۃ الآخرۃ '' [ترجمہ: دنیا آخرت کی کھیتی ہے]۔ کامیاب افراد کے لیے بیان ہے۔ ''بے شک متقیوں کے لیے ہے مقامِ کامرانی''[۵۳] اور ''اُس دن یاد کرے گا انسان اپنا کیا دھرا اور کھول کر سامنے کردی جائے گی جہنم، ہر دیکھنے والے کے لیے، چنانچہ جس نے سرکشی کی اور ترجیح دی دنیاوی زندگی کو، تو بے شک جہنم ہی ہے اس کا ٹھکانا۔''[۵۴] ''سو جس نے کی ہوگی ذرہ برابر نیکی دیکھ لے گا وہ اسے اور جس نے کی ہوگی ذرہ برابر بدی دیکھ لے گا وہ اسے۔''[۵۵]

محمد رسول اللہ ﷺ جلد اول میں سیرتِ پاک کے متعلق معلومات کو واقعاتی انداز اور رواں اسلوب میں پیش کیا گیا ہے، جس سے دلچسپی کا عنصر برقرار رہتا ہے۔ اس کتاب میں تحقیقی عنصر اور اسلوب نہ ہونے کے برابر ہے۔ صوفیانہ ادب میں اصلاح اور دلچسپی کو مقدم رکھا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے خانقاہی ادب کی بیش تر کتب میں تحقیقی رجحان کم ہوتا ہے۔ یہی صورت مذکورہ کتاب کی ہے، البتہ سیرت کے بارے میں جس قدر حوالے قرآن میں آئے ہیں، اُن کا ترجمہ مع حوالے تحریر کیا گیا ہے۔ جہاں کہیں وضاحت طلب لفظ آیا، اُس کی وضاحت حاشیے میں درج کی گئی ہے۔

اگرچہ محمد رسول اللہ ﷺ سیرت کی ایک مختصر کتاب ہے مگر خواجہ شمس الدین عظیمی نے انسانی زندگی اور معاشرے سے متعلق اہم واقعات کو دلکش پیرائے میں بیان کیا ہے۔ ان میں معاشی، سماجی، اخلاقی، اصلاحی، دوسری قوموں سے باہمی تعلقات اور دیگر موضوعات بھی شامل ہیں۔ کتاب کے آخر میں ابوالاثر حفیظ جالندھری کا مشہور نعتیہ سلام ''سلام اے آمنہ کے لال'' شامل کیا گیا ہے۔

محمد رسول اللہ ﷺ تین جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کا ابتدائیہ ۲۹ جولائی ۱۹۹۶ء کا تحریر کردہ ہے، جب کہ اشاعت ۲۰۰۴ء کی ہے، جس سے گمان ہوتا ہے کہ یہ دوسری طبع ہے، جس کا تذکرہ اشاعتی معلومات میں نہیں دیا گیا ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ جلد اول، کو الکتاب پبلی کیشنز کراچی نے ۲۰۰۴ء میں شائع کیا ہے۔ مذکورہ بالا بحث اسی اشاعت کے لوازمے پر کی گئی ہے۔

خواجہ شمس الدین عظیمی کی تصنیف محمد رسول اللہ ﷺ کی دوسری جلد، سیرت پاک کا ایک مخصوص گوشہ لیے ہوئے ہے جو معجزے سے متعلق ہے۔ یوں تو آپؐ کی حیاتِ طیبہ کا ایک ایک پہلو محفوظ کر دیا گیا ہے مگر اِن پہلوؤں کی جتنی جہات ہیں، وہ وقت گذرنے کے ساتھ عیاں ہوتی رہیں گی، کیونکہ آپؐ کو قیامت تک کے لیے مثالی انسان بنا کر بھیجا گیا ہے۔ سیرت کے ہمہ جہتی پہلو کے حوالے سے زاہد الراشدی فرماتے ہیں:

> سرورِ کائنات حضرت محمد رسول اللہؐ کی ذاتِ گرامی انسانی تاریخ کی وہ عظیم شخصیت ہے، جن پر سب سے زیادہ لکھا گیا ہے اور جن کی حیاتِ مبارکہ کے مختلف گوشوں پر ہر دور میں قلم اٹھایا گیا، مگر اس کے باوجود سیرت طیبہ کا موضوع ہمیشہ سے تشنہ ہے اور ہمیشہ تشنہ رہے گا۔[۵۶]

محمد رسول اللہ ﷺ کتاب کی انفرادیت یہ ہے کہ اس میں صرف معجزوں ہی کا بیان نہیں کیا گیا ہے بلکہ ان کی سائنسی توجیہ بھی کی گئی ہے۔ یہی پہلو اِس کتاب کا بنیادی محرک ہے۔ معجزوں کی تشریح کی ضرورت ہر دور میں رہی ہے، موجودہ دور سائنسی دور ہے۔ اِس دور میں انسانی شعور نے کافی ارتقا کیا ہے، جس کی وجہ سے سائنسی مثالوں کے ذریعے خرقِ عادت کی تفہیم کے امکانات پیدا ہوئے ہیں۔ معجزوں کی جو سائنسی تشریح زیرِ بحث کتاب میں کی گئی ہے، اسے اگر سو دو سو سال قبل کیا جاتا تو اِس کی تفہیم ناممکن ہوتی۔ آج بھی اِن تشریحات کی تفہیم سائنٹفک ذہن، طبعیات اور مابعدالطبیعیات اور سائنسی علوم سے آگہی رکھنے والے افراد بہ نسبت عام افراد کے زیادہ کر سکتے ہیں۔

بنظرِ غائر محمد رسول اللہ ﷺ جلد دوم کا مطالعہ کیا جائے تو یہ خصوصی طور پر سالکین کے لیے تحریر کی گئی ہے، جس کا مقصود ان کی فکری اور نظری تربیت کے ساتھ اُن کے شعور میں اضافہ کرنا ہے۔ کتاب کی ابتدا میں معجزے، کرامت اور استدراج کی تعریف اور تفاوت کو بیان کیا گیا ہے، اِن کی اہمیت کے پیشِ نظر مختصراً بیان کیا جاتا ہے۔ معجزہ لفظ 'عجز' سے ماخوذ ہے، جس کا مفہوم عظیمی صاحب نے 'کوئی کام کرنے سے عاجز ہونا' تحریر کیا ہے۔ عجز کے لغوی معنی کمزوری، ناتوانی، ہار، شکست، انکسار وغیرہ ہیں۔ مُعجِز کے لغوی معنی عاجز کرنے والا۔[۵۷] گویا معجزہ کے معنی شکست دینے والا، گویا معجزہ انسانی عقل کو شکست دیتا ہے۔ عربی زبان میں عجز کا مفہوم 'طاقت نہ رکھنا' ہیں، یعنی معجزہ کی لغوی تشریح یہ ہوگی کہ ایسا عمل جس کی تفہیم کی طاقت انسان میں نہ ہو، جہاں فہم کمزور اور شکست سے دوچار ہو۔

معجزے کے اصطلاحی معنی ''نبوت کی صداقت کے لیے خرقِ عادت کا ظاہر ہونا، معجزہ ہے۔''[۵۸] اسی مفہوم کو صاحبِ مصباح اللغات نے لکھا ہے۔ کہ ''خارق عادت جس کو اللہ تعالیٰ کسی نبی کے ہاتھ سے ظاہر کردے اور دوسرے اس سے عاجز ہوں۔''[۵۹]

دیباچے میں کرامت کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ اولیاء اللہ سے صادر ہونے والی خارق عادت کرامت کہلاتی ہے۔ تصرف کی تیسری قسم 'استدراج' ہے، جس کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ وہ علم ہے جو اعراف کی بری روحوں یا شیطان پرست جنات کے زیرِ سایہ کسی آدمی میں خاص وجوہ سے پرورش پا جاتا ہے۔ معجزہ، کرامت اور استدراج میں فرق یہ ہے کہ اول الذکر دونوں میں معرفت الٰہی

حاصل ہوسکتی ہے، جب کہ آخرالذکر کو معرفت حاصل نہیں ہوسکتی۔استدراج کا علم غیب بینی تک محدود ہے، جب کہ معجزہ و کرامت معرفت بھی دیتی ہے۔استدراج کے ذریعے شے پر تصرف عارضی اور معجزہ و کرامت کا تصرف مستقل ہوتا ہے، یا جب تک صاحبِ معجزہ و کرامت اُسے ختم نہ کریں۔

دیباچے میں خواجہ شمس الدین عظیمی نے مختلف انبیأ کو عطا کردہ معجزے دینے کی حکمت بھی بیان کی ہے۔ اُن کا کہنا ہے کہ جو معجزے عطا کیے گئے، وہ اُس دور کے موافق تھے۔حضرت موسیٰ کا دور، جادو اور طلسم کا تھا، آپؑ کو ید بیضا اور عصا عطا ہوئے۔حضرت عیسیٰ کا دور علمِ طب کا تھا، آپؑ کو مادر زاد اندھوں اور مردوں کو جلانے کا معجزہ عطا فرمایا۔حضرت صالح علیہ السلام کے دور میں سنگ تراشی عروج پر تھی۔آپؑ نے چٹان کی طرف اشارہ کرکے زندہ سالم اونٹنی کو برآمد کیا، اسی طرح آپؐ کے عہد میں فصاحت و بلاغت اپنے اعلیٰ مقام پر تھی۔آپؐ کو انتہائی فصیح و بلیغ کلام عطا فرمایا، یعنی انبیأ کو جو معجزے عطا ہوئے، وہ اُس عہد کے عروج یافتہ فنون کو عاجز کر دینے والے تھے۔چند معجزے اور ان کی سائنسی تشریح ملاحظہ کیجیے۔

حضرت طفیل بن عمرو معروف شاعر تھے، جب آپ اسلام لائے تو انھوں نے حضورؐ سے دعا کرائی کہ ”اللہ مجھے ایسی نشانی عطا فرمائے جو دعوتِ اسلام میں میری معاون ہو۔“ جب وہ پہاڑی سے قبیلے کی طرف روانہ ہوئے تو اُن کی لاٹھی کے سرے پر روشنی نمودار ہوگئی، جب انھوں نے قبیلہ دوس کو اسلام کی دعوت دی تو قبیلے نے دعوت قبول نہیں کی۔پھر اس قبیلے کے لیے آپؐ نے دعا فرمائی، غزوہ خندق کے موقع پر اُن کے ستر اسّی افراد اسلام لا چکے تھے۔

خواجہ شمس الدین عظیمی اس واقعے کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

> ہر شے دو رخوں پر پیدا کی گئی ہے ایک رخ مادیت ہے اور دوسرا رخ باطن ہے۔ یہ دونوں رُخ ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں، لیکن مادی رخ ہمیشہ باطنی رخ کے تابع ہوتا ہے۔صلاحیت باطنی رخ میں ہوتی ہے، باطنی رُخ سے اگر صلاحیت مادیت میں منتقل نہ ہو تو حرکت نہیں ہوتی۔حرکت صلاحیت کا مظہر ہے اور ہر شے کی صلاحیت الگ الگ بھی ہے اور اجتماعی بھی۔لکڑی کی صفت جلنا یا روشن ہونا ہے، جب لکڑی کا باطنی رخ متحرک ہوا تو لکڑی روشن ہو کر مشعل بن گئی۔[۲۰]

جب جنگِ خندق کے موقعے پر کفار مدینے کے قریب پہنچ گئے تو خندق کے پار پڑاؤ ڈالنے پر مجبور ہو گئے۔ دفاع کا یہ حیرت انگیز طریقہ انھوں نے پہلے کبھی دیکھا نہ سنا تھا۔ محاصرے کی طوالت سے فوج میں بے چینی پھیل گئی، پھر سردی بہت زیادہ تھی، غذا اور مویشیوں کی خوراک کا مسئلہ پیدا ہو گیا، اُن کی کوئی سازش کامیاب نہیں ہوئی، پھر رات کو اتنی تیز آندھی آئی کہ خیمے ہوا میں غباروں کی طرح اُڑنے لگے۔ شدید بارش سے سردی بڑھ گئی۔ اس گھبراہٹ میں ابوسفیان بندھے ہوئے اونٹ پر سوار ہو گیا اور اُسے تازیانے مارنے لگا، بالآخر مشرکوں کی فوج مدینے کا محاصرہ ختم کر کے بھاگنے پر مجبور ہو گئی۔ اس کے علاوہ اور معجزات بھی رونما ہوئے۔ مذکورہ معجزے کی تشریح کرتے ہوئے عظیمی صاحب لکھتے ہیں کہ:

> تغیرات میں مقناطیسی عمل کارفرما ہے۔ حدت یا گرمی ایک قابلِ پیمائش حرکت یا تھرتھراہٹ ہے۔ کیمیائی عمل ہو، برقی حرارت ہو یا سورج کی شعاعیں ہوں، ان میں حرکت ایک بنیادی عنصر ہے۔
>
> ہر مخلوق کی زندگی میں پانی کی طرح ہوا کا بھی عملِ دخل ہے، ہوا سورج کی مدد سے بخارات کو بلندی کی طرف اُڑاتی ہے اور ان بخارات کو ذرہ ذرہ کر کے بادل بناتی ہے پھر ان بادلوں کو فضا میں اِدھر اُدھر چلاتی پھرتی ہے اور یہ بخارات بارش کے قطرے بن کر زمین کو سیراب کرتے ہیں۔[۶۱]

پھر تحریر فرماتے ہیں کہ ہوا کے اندر اتنی طاقت ہے کہ کہ وہ تیس چالیس میل فی گھنٹہ سے لے کر ایک سو بیس میل فی گھنٹہ کے حساب سے چل سکتی ہے، جب کہ طوفان با دو باراں دو سو چالیس کلو میٹر فی گھنٹہ کے حساب سے گھومتے ہیں، اس رفتار اور طاقت میں ہوا کا عمل دخل ہوتا ہے۔ غزوۂ خندق، غزوۂ بدر میں مُٹھی بھر مٹی چھینکنے، غزوۂ احزاب اور دیگر مواقع پر ہَوا نے حضورؐ کے حکم کی تعمیل کی۔[۶۲]

محمد رسول اللہ ﷺ جلد اول کی طرح جلد دوم میں بھی تحقیقی رجحان قرآن پاک کے حوالوں تک محدود ہے۔ سیرت پاک کے بارے میں قرآنی احکامات کو ترجمے کے ساتھ پیش کیا گیا ہے اگرچہ کتاب کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ خواجہ شمس الدین عظیمی نے اسے نہایت محنت اور تحقیق کر کے تحریر کیا ہے۔

اُسلوب عام فہم اور رواں ہے، جملے مختصر ہیں، اختصار اس جلد کی بھی خصوصیت ہے، مگر

جہاں سائنسی توجیہات بیان کی گئی ہیں، وہاں علمی انداز ہے، جس کی تفہیم عام اور اوسط درجے کا ذہن اور علم رکھنے والے کے لیے آسان نہیں ہے۔

خانقاہی نظام اور صوفیہ کرام کا تعلق کرامات کے ساتھ گہرا رہا ہے۔ ہمارا خانقاہی ادب بالعموم سوانحی ادب تو کرامات سے پُر ہے۔ اگرچہ اس بارے میں صوفیہ کرام کا مؤقف یہ ہے کہ روحانیت اور تصوف کا کرامات سے تعلق نہیں ہے لیکن عوام و خواص کی اکثریت آج بھی روحانیت کو کرامات کا سرچشمہ سمجھتی ہے۔ یہ انسانی نفسیات ہے کہ وہ محیرالعقول واقعات دیکھنے، سننے اور پڑھنے کا شائق رہا ہے، بلکہ وہ ایسے لوگوں سے ملنے کا بھی اشتیاق رکھتا ہے، جن میں محیرالعقل صفات ہوں۔ اِس نفسیاتی پہلو کی وجہ سے خانقاہوں سے وابستہ افراد نے کرامات کو بھرپور انداز اور کثرت سے بیان کیا ہے۔

محمد رسول اللہ ﷺ جلد دوم میں تحقیقی انداز نہ ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ خانقاہی ادب میں علمیت سے زیادہ ابلاغ کی اہمیت ہے، جب کہ تحقیقی اسلوب میں تاثر کم ہوتا ہے اور اس میں عوام الناس کی دلچسپی بھی کم ہوتی ہے، جب کہ تاثر اور دلچسپی خانقاہی ادب کا خاصا ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ جلد دوم، الکتاب پبلی کیشنز کراچی سے ۲۰۰۳ء میں تیسری بار اشاعت ہوئی۔

خواجہ شمس الدین عظیمی نے محمد رسول اللہ ﷺ جلد سوم میں اُن تمام پیغمبروں کے حالات اور معجزوں کا ذکر کیا ہے، جن کا تذکرہ قرآن پاک میں آیا ہے۔ اِس لیے اس میں ضمنی سرخی ''قصص القرآن'' کی بھی دی گئی ہے، ان پیغمبروں اور اُن کی امت کے حالات اس انداز سے پیش کیے گئے ہیں کہ ہمیں ان سے رہنمائی ملتی ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ جلد سوم کی خصوصیت اور انفرادیت یہ ہے کہ اس میں بتیس پیغمبروں کے معجزوں کی منطقی اور سائنسی تشریح کی گئی ہے، کتاب کے آخر میں آپؐ کے معجزات کو وضاحت سے پیش کیا گیا ہے۔ کتاب تحریر کرنے کے محرکات کا پتا ابتدائیے سے ہوتا ہے، جس میں عظیمی صاحب نے اپنی خواہش کا اظہار آپؐ سے اِن الفاظ میں کیا کہ:

> یارسول اللہؐ! یہ بندۂ عاجز، مسکین، ناتوان بندہ آپ کی مبارک سیرت لکھنا چاہتا ہے،
> یارسول اللہؐ! سیرت کے وہ پہلو نوع انسانی کے سامنے آجائیں جو ابھی تک مخفی ہیں،
> یارسول اللہؐ! مجھے صلاحیت عطا کر دیجیے کہ میں معجزات کی تشریح کر دوں۔[۴۳]

آپؐ کے دربار میں مذکورہ بالا التجا قبول ہوئی، جس کے نتیجے میں سیرتِ پاکؐ پر منفرد تین جلدیں منظرِ عام پر آئیں اور داد و تحسین سے نوازی گئیں۔ زیرِ بحث جلد کی انفرادیت یہ ہے کہ اس میں معجزات کی تشریح سائنسی نقطۂ نظر سے کی گئی ہے۔ یہی نہیں بلکہ قرآنی اصطلاحات کی تشریح میں بھی نفسیاتی پہلوؤں کو مدِّنظر رکھا گیا ہے۔ مثلاً حضرت آدمؑ کے ذکر میں جنت کی تعریف اور وضاحت کرتے ہوئے لکھا:

> جنت ایسی فضا ہے جس میں کام کرنے والے حواس کے پابند نہیں ہیں۔ ان میں کثافت نہیں ہے۔ کسی قسم کی الجھن اور پریشانی کو دخل نہیں ہے۔ جہاں زندگی کا وہ رُخ سامنے رہتا ہے، جس رخ میں سکون ہے۔ راحت و آسائش ہے، حاکمیت اور تسخیرِ کائنات کا احساس ہے۔[۶۴]

قرآن میں بھی بھلائی کی ترغیب کے لیے جنت کے پُرکشش پہلوؤں کی دلنشین انداز میں منظرکشی کی گئی ہے، جس سے انسان متاثر ہوئے بنا نہیں رہ سکتا۔ دودھ اور شہد کی نہریں، حور و غلماں، میووں اور پرتعیش زندگی وغیرہ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ پھر ان حالات کا دائمی رہنا، آدمی کے لیے انتہائی پرکشش ہیں۔ خواجہ شمس الدین عظیمی نے جنت کی وضاحت اور تشریح میں جن الفاظ کا استعمال کیا ہے، وہ بھی انسانی جبلت، نفسیات اور خواہش کا جزوِ لازم ہیں۔ حواس کی پابندی سے آزادی، ذہنی کثافت، الجھن، پریشانی کی معدومیت، سکون اور راحت وآسائش کی موجودگی، سب سے بڑھ کر حاکمیت اور تسخیرِ کائنات کا احساس، ان سب پہلوؤں کی انسان دنیا میں تمنا کرتا ہے۔

حضرت آدمؑ کے ضمن میں عظیمی صاحب نے جن حکیمانہ نکتوں کی موشگافی کی ہے، وہ سائنسی اور جدید علوم سے متعلق ہیں۔ انسانی عظمت کی شناخت انھوں نے یہ بیان کی ہے کہ اگر انسان کائنات کے پسِ پردہ کام کرنے والے فارمولوں سے واقف ہے تو افضل ہے، بصورتِ دیگر مٹی کا پُتلا ہے، اُن کے اس بیان میں روح اور علم کی اہمیت نمایاں ہے۔

آدم کی تخلیق کے بارے میں لکھا کہ انسانی جسم بغیر کسی مادی کنکشن کے متحرک ہے اور یہ حرکت کسی بھی لمحے ساکت نہیں ہوتی۔ اگر اس نظام میں خلل آجائے تو کوئی جدید ترین مشین بھی قدرتی انداز کی طرح اس حرکت کو بحال نہیں کرسکتی۔ آدم کے باب میں تخلیقِ عمل پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔

محمد رسول اللہ ﷺ جلد سوم میں لوہے کی اہمیت کو بھی بیان کیا ہے، جس کی وجہ سے انسان نے سائنسی ترقی کی ہے۔ لوہے کی طرح روشنی کو بھی زیرِ بحث لایا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ لوہے کی طرح روشنی بھی ایک وجود ہے، جو شخص روشنی کا علم حاصل کر لیتا ہے تو وہ بھی بہت ساری تخلیقات کر سکتا ہے۔ روشنی سے تخلیقی عمل کی وضاحت اِن الفاظ میں بیان کی گئی ہے۔

> وسائل میں محدود رہ کر ہم سونے کے ذرات کو اکٹھا کر کے ایک خاص پروسس (process) سے گذار کر سونا بناتے ہیں۔ لوہے کے ذرات اکٹھا کر کے خاص پروسس (process) سے لوہا بناتے ہیں، لیکن وہ بندہ جو روشنیوں میں تصرف کرنے کا اختیار رکھتا ہے، اس کے لیے سونے کے ذرات کو مخصوص پروسس سے گذارنا ضروری نہیں ہے، وہ اپنے ذہن میں روشنیوں کا ذخیرہ کر کے ان مقداروں کو ایک نقطے پر مرکوز کر کے ارادہ کرتا ہے۔ سونا ہو جا، اور سونا بن جاتا ہے۔[۶۵]

محمد رسول اللہ ﷺ جلد سوم میں خانقاہی پہلوؤں کی بھی عکاسی کی گئی ہے۔ الہامی تعلیم کے زیرِ اثر صوفیانہ تعلیمات میں بالخصوص تکبر کی شدید مذمت اور عجز و انکسار پر خصوصی طور پر زور دیا جاتا ہے۔ حضرت آدمؑ اور ابلیس کے واقعے میں عجز و تکبر کا پہلو نمایاں ہے۔ ابلیس نے حکم کی عدم تعمیل کا سبب اپنے تخلیقی جوہر کو بتایا اور فضیلت کا اظہار کیا، گویا تکبر کیا، جب کہ حضرت آدمؑ سے سہو ہوا تو انھوں نے نہ صرف اُسے تسلیم کیا بلکہ اس کی معافی کے خواستگار بھی ہوئے۔ اللہ کو آدمؑ کا عجز و انکسار پسند آیا جس کا تذکرہ عظیمی صاحب نے ص ۴۵ اور ۴۶ پر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حصولِ انعامات کا ذریعہ عرفانِ ذات کو بتایا گیا ہے جس سے اُن علوم کے در وا ہو جاتے ہیں جو انسان اور اللہ کے تعلق کو مستحکم کر دیتے ہیں۔ اس رشتے کے استحکام سے انسان اللہ کی امانت سے آگاہ ہو کر اشرف المخلوقات کے درجے پر فائز ہو جاتا ہے۔[۶۶]

محمد رسول اللہ ﷺ جلد سوم میں انبیاؑ سے متعلق جس قدر معلومات بیان کی گئی ہیں۔ یقیناً وہ عظیمی صاحب کی تحقیق سے دلچسپی کا پتا دیتی ہے۔ قرآن کی جو آیات پیش کی گئی ہیں، اُن کے حوالے بھی دیے گئے ہیں۔ اِن کے علاوہ تشریح طلب الفاظ کی وضاحت حواشی میں کی گئی ہے۔ اِس اسلوب سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ قاری کو صراطِ مستقیم پر گامزن اور تمام ضروری معلومات فراہم کرنا چاہتے ہیں۔

بلا شبہ سیرت پر لکھی گئی یہ کتاب بہت سی کتب کے گہرے مطالعے کا نچوڑ ہے۔ اِن تمام خوبیوں کے باوجود رائج تحقیقی اصولوں کی کمی نمایاں طور پر دکھائی دیتی ہے۔ کتاب میں جو اقتباسات اور مکالمے دیے گئے ہیں ان میں سے بیشتر کا کوئی حوالہ نہیں دیا گیا۔ چند اقتباسات میں کتب کے نام دیے گئے ہیں۔ اس طرح جن کتابوں سے استفادہ کیا ہے اُن کے نام بھی تحریر نہیں کیے گئے۔ یہ اندازِ اسلوب قدیم صوفیانہ مزاج کی ترجمانی کرتا ہے جب کہ موجودہ عہد میں چند صوفیہ کرام کے ہاں جدید تحقیقی رجحان نظر آتا ہے۔ اس رجحان میں بتدریج اضافہ ہو رہا ہے۔

محمد رسول اللہ ﷺ جلد سوم میں کئی سماجی مسائل کی طرف بھی توجہ دلائی گئی ہے، بالخصوص اُن حالات کو نمایا ں کیا گیا ہے، جن سے معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے اور عذابِ الٰہی کا سبب بنتا ہے۔ اس کے علاوہ سماج کے ارتقا کے بارے میں معلومات بھی فراہم کی گئی ہیں۔ حضرت ادریسؑ کے تذکرے میں تحریر فرماتے ہیں:

> حضرت ادریسؑ حضرت آدمؑ کی چھٹی پشت میں حضرت نوحؑ کے پردادا ہیں۔ تمدن اور معاشرت کے قوانین آپ ہی نے وضع کیے ہیں۔ بابل انسانی آبادی اور تہذیب و تمدن کا سب سے پہلا شہر ہے۔ اب یہ کوفے کے نام سے مشہور ہے۔[۶۷]

اِس صفحے کے حاشیے میں بابل کے بارے میں معلومات فراہم کی گئی ہیں کہ سریانی زبان میں ''نہر کو بابل کہتے ہیں۔ دجلہ اور فرات کا دوآبہ ہونے کی وجہ سے یہ جگہ بابل کے نام سے مشہور ہوئی۔''[۶۸] مزید لکھا کہ حضرت ادریسؑ ۷۲ زبانیں جانتے تھے۔ الہامی تعلیمات کے علاوہ آپؑ نے زندگی گذارنے کے متمدن طریقے بھی لوگوں کو سکھائے۔ آپؑ کے شاگردوں نے ٹاؤن پلاننگ کے اصولوں پر کم و بیش ۲۲۰ شہر بسائے۔ اِن خصوصیات کے ساتھ آپؑ علمِ نجوم، ریاضی، فنِ کتابت، ٹیلرنگ، ناپ تول کے اوزان، اسلحہ سازی اور قلم کے بھی موجد ہیں۔[۶۹] ان ایجادات کو محفوظ اور آئندہ نسل میں منتقل کرنے کے لیے ایسے نقش خانے تعمیر کرائے، جن میں ان ایجادات کی تصاویر مع تشریح بنا کر رکھی گئی تھیں۔

محمد رسول اللہ ﷺ جلد سوم کا اسلوب علمیت کا حامل ہے۔ استدلالی اندازِ بیان سے

دقیق نکات بھی قابلِ تفہیم ہوگئے ہیں۔ جہاں عظیمی صاحب نے معجزات کی سائنسی توجیہ کی ہے، وہاں سائنسی معلومات کو عام فہم اسلوب میں پیش کیا ہے۔ اگر کوئی اصطلاح یا تشریح طلب لفظ یا شے کا ذکر آیا ہے، اُس کے بارے میں جامع وضاحت کی گئی ہے۔ اِس کی ایک مثال ملاحظہ کیجیے۔ سورۃ البقرہ کی آیت ۲۶۰ میں حضرت ابراہیمؑ کے ذریعے چار پرندوں کو ٹکڑے کرکے دوبارہ زندہ ہونے کا واقعہ مذکور ہے۔ اس کی توجیہہ کرتے ہوئے خواجہ شمس الدین عظیمی رقم طراز ہیں:

> حضرت ابراہیمؑ نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر پرندوں کو پال کر مانوس کرلیا۔ یہ انسیت حضرت ابراہیمؑ اور پرندوں کے درمیان باہمی ربط بن گئی۔ یہ انسیت روح میں واقع ہوئی۔ پرندوں کی روح حضرت ابراہیمؑ کی آواز کی مخصوص لہروں سے واقف تھی۔ جب حضرت ابراہیمؑ نے پرندوں کو آواز دی تو پرندوں کی روح آپؑ کی طرف متوجہ ہوگئی اور پرندے پیروں سے چلتے ہوئے حضرت ابراہیمؑ کے پاس حاضر ہوگئے۔[۲۰]

اس طرح حضرت لوطؑ کے واقعے میں ایڈز (aids) بیماری کا ذکر کیا ہے۔ حضرت یوسف کے حوالے سے لکھا ہے کہ انھیں خواب کی تعبیر کا علم عطا کیا یعنی انھیں لاشعوری حواس کا پورا علم تھا جو ٹائم اینڈ اسپیس کی حدود سے آزاد ہوتا ہے۔ ان پر غیب کی دنیا روشن ہوتی ہے۔ حضرت داوٗدؑ کے تذکرے میں لیزر شعاعیں (ص۳۰۴)، حضرت عزیرؑ کے ذکر میں مائیکرو ویو فریکوئنسی، حضرت عیسیٰؑ کے ذکر میں کلوننگ ٹیکنالوجی، اسی طرح دیگر پیغمبروں کے ضمن میں بھی جدید سائنسی مثالوں سے معجزوں کی تشریح کی گئی ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ جلد سوم الکتاب پبلی کیشنز کراچی سے ۲۰۰۳ء میں تیسری بار شائع ہوئی۔

پروفیسر فیاض احمد خاں کاوش وارثیؒ کی کتاب نبی امی کی فصاحت و بلاغت سیرت کے اس پہلو کی ترجمانی کرتی ہے، جس کا براہِ راست تعلق زبان و ادب سے ہے۔ جن لوگوں نے پروفیسر فیاض کاوشؔ کی گفتگو سماعت فرمائی ہے، وہ جانتے ہیں کہ ان کے لب و لہجے اور الفاظ کے چناؤ میں نزاکت اور حسن کے پہلو نمایاں ہوتے تھے۔ یہی انداز اُن کی تحریروں میں بھی موجود ہے۔ گویا سیرت نگار خود زبان و بیان کے فن ہی سے واقف نہیں تھے بلکہ زندگی میں اس پر عمل پیرا بھی تھے۔ یہی اندازِ تحریر زیر بحث کتاب نبی امی کی فصاحت و بلاغت میں بھی نمایاں ہے۔

کتاب کو گیارہ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔پہلا باب حسنِ خطابت، دوسرا ندرتِ کلام و جدتِ بیان، تیسرا جامع الکلم، چوتھا مقدس خطبات، پانچواں نورانی مکتوبات، چھٹا احادیثِ مقدسہ کی فصاحت وبلاغت، ساتواں نیک معاہدے، مقدس منشور اور خوبصورت دستاویزات، آٹھواں باب شعر و شاعری، نواں مزاح میں فصاحت وبلاغت، دسواں مقبول دعاؤں اور گیارھواں باب اثرات پر مشتمل ہے۔

پہلے باب ''حسنِ خطابت'' میں فصاحت وبلاغت کی سماجی، سیاسی اور معاشرتی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ انسانی قیادت کا راز حسنِ خطابت ہی میں ہے، جس فرد میں یہ صلاحیت موجود ہوتی ہے اُسے ہی لوگ اپنا راہنما اور سربراہ بناتے ہیں۔ آپؐ کو فصاحت وبلاغت عطا کرنے کی توجیہ بھی بیان کی گئی ہے کہ یہ سنتِ الٰہی ہے کہ جس دور میں جو پہلو غالب اور رائج ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اصلاحِ معاشرہ کے لیے اس عہد کے مطابق معجزہ عطا فرماتا ہے۔جیسا کہ حضرت موسیٰؑ کے دور میں جادو اور حضرت عیسیٰؑ کے دور میں طب وحکمت کا دور دورہ تھا۔انھیں اسی سے مطابقت رکھتے ہوئے معجزے عطا فرمائے۔آپؐ کے عہد میں زبان دانی اور جادو بیانی سر چڑھ کر بول رہی تھی، اسی سبب غیر عرب کو عجم (گونگے) کہا گیا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو 'اعجازِ قرآن' عطا کرنے کے ساتھ فصاحت و بلاغت کے حسن میں اکمل کیا۔

پروفیسر فیاض احمد کاوش نے آپؐ کی فصاحت وبلاغت کے جس پہلو پر تحریر کیا ہے، پہلے اُس اصطلاح کی تعریف بیان کی ہے اگر تعریف واضح انداز میں موجود نہیں ہے تو لوازمہ ایسا پیش کیا ہے، جس سے ان محاسن کی تشریح ہوجاتی ہے۔''ندرت کلام وجدت بیان'' کے ضمن میں پہلے 'آمد' اور 'آورد' کا تذکرہ کیا ہے، جن کی وضاحت مصنف پچھلے صفحات (ص ۳۸، طبع جدید) میں پیش کرچکے تھے۔ مصنف لکھتے ہیں کہ'' آپؐ نے تبلیغِ دین کی ترویج واشاعت کے لیے خود اپنی ایک مخصوص زبان وضع کرلی تھی، اپنا خود کا خاص اسلوب ڈھال لیا تھا اور ایک نیا طرز ایجاد فرمالیا تھا۔''[17] نیا انداز اور نیا طرزِ بیان ہی ندرتِ کلام اور جدتِ بیان کہلاتا ہے، اسی طرح باب سوم ''جوامع الکلم'' کے آغاز میں ایک حدیث اور اس کا اردو ترجمہ پیش کیا گیا ہے۔دیکھیے:''اوتیت جوامع الکلم [ترجمہ: مجھے (قدرت کی طرف سے معنی مفہوم کے لحاظ سے نہایت) جامع کلمات عطا کیے گئے ہیں]۔اس صفت کے بارے

میں کاوشؔ صاحب لکھتے ہیں: ''ترجمانِ حق افصح الخلقؐ کے اکثر ارشاداتِ گرامی ایسے ہیں جو الفاظ کے لحاظ سے تو 'نہایت مختصر' ہیں مگر 'معانی' کے اعتبار سے 'انتہائی وسیع' ہیں گویا کوزے میں دریا بند ہے۔ ادب کی زبان میں انھیں 'جوامع الکلم' کہتے ہیں۔''[۴۲] حدیث کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہ اصطلاح آپؐ ہی کی ایجاد ہے۔نبیِ امّی کی فصاحت و بلاغت میں آپؐ کے مکتوبات، احادیثِ مقدسہ، معاہدات، مزاح اور مقبول دعاؤں میں فصاحت و بلاغت کے پہلوؤں کو بھی بیان کیا گیا ہے۔

کتاب کے بنیادی محرک علامہ شاہ حسین گردیزی مہروی ہیں، جنھوں نے پروفیسر فیاض احمد کاوش وارثیؒ کو اس موضوع کی طرف راغب کیا، جس کا تذکرہ سیرت نگار نے اظہارِ تشکر میں کیا ہے۔ انھوں نے اس کے بارے میں ضروری لوازمہ فراہم کیا اور اس کی نگرانی بھی فرمائی۔[۴۳] راقم نے پروفیسر فیاض احمد کاوش وارثیؒ کے ساتھ کچھ عرصے کالج میں کام کیا ہے۔عشقِ رسولؐ کا جذبہ اُن کے قلب میں موجزن تھا، کتاب کو تحریر کرنے کا دوسرا سبب یہ جذبہ بھی تھا۔

نبیِ امّی کی فصاحت وبلاغت اپنے موضوع کے حوالے سے تو اہمیت کی حامل ہے ہی، اس کا طرزِ بیان بھی لاجواب ہے۔فیاض کاوشؒ کا طرزِ تحریر اور اندازِ گفتگو دونوں ہی دلکشی رکھتے ہیں۔ زیرِ بحث کتاب کے اسلوب کی ایک خاص بات اس کی ادبی صفت ہے۔ جہاں جہاں فصاحت و بلاغت کے موضوع پر اصطلاحیں آئی ہیں، مصنف نے ان کی تشریح اور وضاحت سادہ زبان میں بیان کی ہے۔ جیسے ابتدا ہی میں فصاحت[۴۴] وبلاغت اور محاکات[۴۵] کی جامع اور واضح تعریف بیان کی گئی ہے۔مصنف نے اسی طرح بلاغت، حسنِ ترکیب، آمد،آورد اور دیگر اصطلاحوں کی جامع اور عام فہم تعریف بیان کی ہے۔

کتاب میں تحقیقی اسلوب مکمل طور پر دکھائی نہیں دیتا۔بیشتر مواقع پر آپؐ کے فرمودات کے حوالے نہیں دیے گئے ہیں۔ کئی جگہ پر احادیث اور اس سے متعلق کتب کے حوالے ہیں، جن میں اشاعتی تفصیلات نہ ہونے کے برابر ہیں۔البتہ جن کتب سے استفادہ کیا گیا ہے، ان کی فہرست کتاب کے آخر میں دے دی ہے۔ زبان وبیان کے بارے میں فقیر قادری احمد میاں 'تقریظ' میں لکھتے ہیں:

فقیر نے محترم جناب پروفیسر فیاض احمد خاں کاوش زید مجدہ کی نئی تصنیف نبی امی ﷺ کی فصاحت و بلاغت تفصیل کے ساتھ دیکھی، تصنیف کیا ہے بجائے خود فصاحت و بلاغت کا ایک دریا موجزن ہے جس کی ہر نہر سے عشق و محبت کے چشمے پھوٹ رہے ہیں۔ کتاب کے مشمولات نہ صرف یہ کہ مدلل و مبرہن ہیں، بلکہ انداز بیان بھی فصاحت و بلاغت کے پانچوں مرتبوں کو چھو رہا ہے۔[76]

ڈاکٹر محمد مسعود احمدؒ جو محتاط رائے دیتے ہیں، فیاض کاوش کے انداز بیان کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں:

فاضل مصنف پروفیسر فیاض احمد خاں کاوش کا انداز بیاں بڑا ہی جاں نواز ہے۔ انھوں نے نبی کریمؐ کی فصاحت و بلاغت کے ہر پہلو کو سمیٹا ہے اور آپؐ کے حسن کلام کے ہر رُخ کو دکھایا ہے ...... فاضل مصنف عاشق رسول بھی ہیں اور ادیب و شاعر بھی۔ وہ زبان و بیان کے جادو جگاتے ہیں۔ جب دل سے لکھتے ہیں تو الفاظ فکر و خیال سے اس طرح نکلتے ہیں جیسے ٹکسال سے سکے، جیسے نظروں سے تیر، جیسے بادلوں سے پھوار، جیسے آفتاب سے کرنیں۔ انھوں نے نبی کریمؐ کے حسین کلام سے اپنے حسن بیان کو اس طرح سجایا ہے کہ تحریر تختۂ گل معلوم ہوتی ہے۔ کتاب کیا ہے، بہارِ حسن و جمال ہے۔ مواد تو کوئی بھی فراہم کرسکتا مگر آپ کی زبان کہاں سے لائے گا۔[77]

مصنف کے حسنِ اسلوب میں برمحل اور موضوع کی مناسبت سے اشعار کے استعمال نے چار چاند لگا دیے۔ ان اشعار سے نہ صرف بات مزید واضح ہوئی ہے، بلکہ طرز تحریر میں ایک کیف بھی ہے۔ یہ انداز بیان کتاب کے اکثر صفحات میں جلوہ گر ہے۔ طرز تحریر کا نمونہ دیکھیے:

آپؐ کی زبانِ حق بیان میں وہ تاثیر تھی کہ اُدھر دہنِ مبارک سے کوئی کلمۂ حق نکلا اور اِدھر کئی دشمن جانی نور ایمانی سے سرفراز ہوکر ہمیشہ کے لیے آپؐ کے بے دام غلام بنے۔ چنانچہ احادیث مبارکہ میں یہ بات تواتر سے آئی ہے کہ آپؐ نہایت شیریں زبانؐ اور فصیح بیانؐ تھے۔ جو کوئی آپ کا کلام سنتا دیوانہ ہوجاتا۔

تاثیر برقِ حسن جو اُن کے سخن میں تھی
اک لرزشِ خفی مرے سارے بدن میں تھی[78]

نبیِ امّی کی فصاحت و بلاغت کی دوسری اشاعت میں زین العابدین راشدی کے تحریر کردہ پروفیسر فیاض کاوش وارثیؒ کے حالاتِ زندگی بھی شامل ہیں۔ پہلا ایڈیشن جولائی ۱۹۹۹ء اور دوسرا طبع جدید ۲۰۰۳ء میں مصنف کے وصال کے بعد شائع ہوا، پہلا ایڈیشن بزم عاشقانِ مصطفٰی لاہور سے شائع ہوا۔جس کی کتابت محمد عبداللہ عسکری رضوی، صادق آباد نے کی تھی، جب کہ دوسرا ایڈیشن مکتبہ امام غزالی، کراچی کے تحت شائع ہوا ہے، دوسرے ایڈیشن میں اس ہی کی نقل کی گئی ہے مگر کاتب کا نام نہیں دیا گیا۔صفحات نمبر تبدیل ہو گئے ہیں۔

سید فضل الرحمٰن کی سیرتِ پاکؐ پر مبنی کتاب جواہر نبوی ﷺ اگرچہ مختصر ہے مگر اس کی اہمیت و افادیت کئی پہلوؤں سے ہے۔ اِس کتاب میں ۳۱۳ اقوالِ نبویؐ پیش کیے گئے ہیں، یہ تعداد غزوۂ بدر میں شریک ہونے والے مسلمانوں کی تعداد سے نسبت رکھتی ہے۔ اس کتاب کے آغاز میں مؤلف کی 'جوامع الکلم' کے عنوان سے جو تحریر ہے، وہ علمی اور ادبی اہمیت رکھتی ہے۔ یہ تحریر فصاحت و بلاغت کی حامل ہے۔ سب سے پہلے تو 'جوامع الکلم' کی تعریف اور خصوصیات کو بیان کیا ہے۔ اس اصطلاح کی تعریف میں مؤلف تحریر فرماتے ہیں کہ:

> 'جوامع الکلم' عربی زبان کا مرکب اضافی ہے اور دو لفظوں جوامع اور کلم سے مرکب ہے۔ جوامع جامع کی جمع ہے اور جامع جمع کا اسمِ فاعل ہے جب کہ کلم کاف کے زبر اور لام کے زیر کے ساتھ 'کلمہ' کی جمع ہے، اگر سلیس اردو میں اس کا آزاد ترجمہ کیا جائے تو معنی ہوں گے، جامع ترین کلمات ایسے مختصر جملے جو وسیع معنی رکھتے ہوں۔[۷۹]

مذکورہ الفاظ کی تشریح کے بعد مزید تفہیم کے لیے عربی ادب کے امام جاحظ کی تعریف بھی پیش کی ہے جس کی رو سے ''جوامع الکلم سے مراد ایسا کلام ہے جس کے الفاظ قلیل ہونے کے باوجود اس کے معنی کثیر ہوں۔''[۸۰] گویا دریا کو کوزے میں بند کرنا۔ اس کی جامع تعریف اور جملے کا کم از کم دو الفاظ پر مشتمل ہونا ضروری ہے۔

اس مختصر تحریر میں مؤلف نے آپؐ کے جوامع الکلام کی صفات کو بھی واضح کیا ہے، جو کچھ اس طرح ہے۔(۱) جامعیت (۲) جملوں کا برمحل استعمال اور ترکیب و بندش (۳) جملوں میں مفرد حروف

اور اُن سے ترتیب پانے والے الفاظ کا استعمال۔ ایسی صورت میں معانی کا بحرِ تلاطم یوں ظہور پذیر ہوتا ہے کہ ''تمام عالم کے فلاسفہ وحکما ان کے سامنے دست بستہ کھڑے ہوتے ہیں۔''[۸۱] آپ ؐ کا کلام عربی ادب کا جزو لاینفک ہے۔ آپؐ کے جملے ضرب الامثال کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ ادیب اور خطیب اپنے کلام کو اِن سے مزین اور پُرتاثیر بناتے ہیں۔

جواہرِ نبوی ﷺ کا محرک بقول مؤلف آپؐ کی فصاحت وبلاغت کا اظہار اور عوام وخواص کی غیر محسوس طریقے سے اصلاح ہے۔ جدید مشینی اور مادیت پرستانہ دور میں مصروفیات کے بھنور میں جس طرح آج کا انسان پھنسا ہوا ہے، اُسے اپنی اصلاحِ روحانی اور معاشرے کی ترقی کے لیے وقت نکالنا انتہائی دشوار معلوم ہوتا ہے۔ ایسے حالات میں جواہرِ نبوی جیسی جیبی اور مختصر کتابیں بڑی کارگر ثابت ہوسکتی ہیں۔ جسے جب چاہا، جہاں سے چاہا، مطالعہ کرلیا، اس میں موجود حکیمانہ نکات میں جلد ذہن نشین ہونے کی صلاحیت ہے۔ یہ علم وحکمت سے بھرے مختصر کلام؛ انسان کی ساری زندگی پر محیط ہیں، جن میں توحید ہے تو رسالت کا تذکرہ بھی۔ اجتماعیت کا ذکر ہے تو انفرادی زندگی کے پہلو بھی، سماجیات کو بیان کیا گیا ہے تو اخلاقیات کو بھی، انسان کے نفسیاتی پہلو ہیں تو ظاہری معاملات بھی، شرعی احکامات ہیں تو طریقت کے طریقے بھی، تقلید کے انداز ہیں تو تعمیل کے گُر بھی، انسانی بنیادی ضروریات کا اظہار ہے تو معیشت کی بہتری کا سلیقہ بھی پیش کیا گیا ہے۔

کتاب کی پیشکش میں مؤلف نے تحقیقی انداز اختیار کیا ہے۔ جس قدر بھی اقوال تحریر فرمائے ہیں، اُن کے حوالے حاشیے میں تفصیل کے ساتھ درج کیے ہیں۔ اشاعتی تفصیل کو کتابیات میں حروفِ تہجی کی صورت میں بیان کردیا ہے۔ یہ اقوال صرف اردو ہی میں نہیں دیے گئے، بلکہ عربی عبارت بھی ساتھ ہی دی گئی ہے، جس سے قاری کے عربی اردو ذخیرۂ الفاظ میں اضافہ ہوسکتا ہے۔ اس طریقۂ اندراج سے عربی زبان کی فصاحت وبلاغت کے ساتھ اختصاریت اور جامعیت کا بھی بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ قول ۴۹، صفحہ ۳۸ پر شاید کمپیوٹر کتابت یا پروف خوانی کی خامی سے لفظ 'کلامُ' کی جگہ 'کامُ' تحریر ہوگیا ہے۔ پیشکش بہت ہی خوبصورت اور دلکش ہے، ہر صفحے پر دو سے زیادہ اقوال نہیں دیے گئے ہیں۔ جواہرِ نبوی ﷺ کو زوار اکیڈمی پبلی کیشنز کراچی نے اول، اکتوبر ۲۰۰۰ء اور دوم، ۲۰۰۶ء میں شائع

کیا۔

سید فضل الرحمٰن کی سیرتِ طیبہ پر مبنی کتاب گلدستۂ سیرت کا مقصدِ تحریر طلبا اور بچوں کو سیرت پاکؐ سے آگاہی دینا ہے۔مؤلف نے اس کا اظہار پیش لفظ میں یوں کیا ہے کہ یہ کتاب صرف کم عمر افراد ہی کے لیے نہیں ہے بلکہ ہر اس فرد کے لیے ہے جو آپؐ کی سیرت کے بارے میں کم وقت میں زیادہ معلومات کا خواہاں ہے۔مذکورہ کتاب کئی پہلوؤں سے اہمیت رکھتی ہے۔

پہلی خصوصیت اس کتاب کا مختصر ہونا ہے جو دورِ جدید میں سیرت کی طرف راغب کرنے کی حکمت آمیز سعی ہے۔دوسری خاص بات اس کا مجیبی انداز ہے کہ مطالعہ کرنے والا بآسانی اپنے ساتھ رکھ سکتا ہے۔تیسرا پہلو یہ ہے کہ اس کتاب میں سیرت کے اہم واقعات کو مختصر اور جامع عنوانات دیے ہیں۔چوتھا اہم نکتہ ہر واقعے کی اہم معلومات کو اختصار اور جامعیت کے ساتھ بیان کرنا ہے۔پانچویں خاصیت اس کا عام فہم اور آسان اسلوبِ بیان ہے، جس کا سبب اس کا طلبا اور بچوں کے لیے تحریر کیا جانا ہے۔چھٹی صفت اس کی خوبصورت طباعت ہے۔نام گلدستۂ سیرت کی مناسبت سے تقریباً ہر صفحے پر پس منظر میں ایک نئے رنگ کا پھول ہے، ہر صفحہ چار رنگ میں چھپا ہُوا ہے، جس سے کتاب کے حسن میں چار چاند لگ گئے ہیں۔البتہ بعض صفحات پر پھول اور لوازمے کی کمپوزنگ کے رنگ میں نامناسبت کے سبب مطالعے میں دشواری محسوس ہوتی ہے۔

تحقیقی حوالے سے اس کتاب کی اہمیت یہ ہے کہ اس میں تاریخی ترتیب کو ملحوظ رکھا ہے، یعنی ابتدائی معلومات میں میلادی سنہ دیے گئے ہیں، اس کے بعد نبوت اور پھر ہجری سنہ کے حوالے سے واقعات درج کیے ہیں۔کتاب کو پانچ کو بڑے موضوعات میں تقسیم کیا گیا ہے۔جو یہ ہیں:

(۱) ولادت تا بعثت (اس میں ۳۵ میلادی سنہ تک کا ذکر ہے۔)

(۲) بعثت تا ہجرت (اس میں ۱۴ نبوت سنہ تک کے واقعات ہیں۔)

(۳) ہجرت تا وصال

(۴) ازواج واولاد

(۵) شمائل نبوی ﷺ

اِن موضوعات کو ذیلی عنوانات دیے گئے ہیں۔مثلاً ''ولادت تا بعثت'' کے ذیلی عنوانات میں ولادت با سعادت، عقیقہ وتسمیہ، کنیت، رضاعت،حضرت آمنہ کا انتقال وغیرہ۔ان ذیلی عنوانات سے پتا چلتا ہے کہ سید فضل الرحمٰن نے تمام اہم واقعات کو قلم بند کرنے کی کامیاب سعی کی ہے۔اس مختصر کتاب میں سید فضل الرحمٰن نے سیرت سے متعلق معلومات کا خزانہ یکجا کیا ہے، یقیناً یہ آپ کے اسلوب کا کارنامہ ہے جو عشقِ رسولؐ کا فیض ہے۔

گلدستۂ سیرت میں اصلاحی حوالے سے شمائل نبویؐ کے موضوع میں زندگی کے روزمرہ معمولات کی سنتیں بھی بیان کردی ہیں، مثلاً لباس، کھانے کے آداب، مریض کی عیادت وغیرہ۔ایک افادیت اس کتاب کی یہ بھی ہے کہ عنوان اور مختصر عبارت کے سبب یہ بآسانی ذہن نشین ہوسکتی ہے۔ عبارات ملاحظہ کیجیے:

> ولادت باسعادت: صحیح قول کے مطابق واقعہ فیل محرم میں پیش آیا۔اس کے پچاس یا پچپن دن بعد پیر کے روز ۸ یا ۱۲ ربیع الاوّل کو صبح صادق کے وقت آپؐ کی ولادت ہوئی۔
>
> حج کی فرضیت: دس ہجری میں فرض ہوا۔
>
> حجۃ الوداع: اس کو حجۃ الوداع اس لیے کہتے ہیں کہ اس حج کے بعد آپؐ نے وفات پائی۔یہ آپؐ کا آخری حج تھا۔اس کو حجۃ البلاغ اور حجۃ الاسلام بھی کہتے ہیں۔[۸۲]

گلدستۂ سیرت کو زوار پبلی کیشنز کراچی نے پہلی مرتبہ ۲۰۰۳ء میں شائع کیا۔

مولانا محمد سہیل نے شاہِ خوبانِ عالم ﷺ میں سیرت کے مختلف پہلوؤں کو تین ابواب میں عنوانات دے کر پیش کیا ہے۔باب اول اور سوم کی تین تین فصلیں ہیں۔پھر ان فصلوں کو بھی مختلف موضوعات دیے ہیں۔اپنے مرشد صوفی محمد اقبال مہاجر مدنیؒ کی طرح ان کے ہاں بھی حضورؐ سے عشق و محبت کا غلبہ واضح دکھائی دیتا ہے۔

کتاب کا اول محرک تو اصلاحی ہے،جس کا اندازہ ابتدائیے میں پیش کردہ مؤلف کے بیان سے ہوتا ہے جس میں اُنھوں نے مادیت پرستی، عقل پرستی، اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکامات سے انحراف اور غیروں کی تقلید کا ذکر کیا ہے۔مسلمانوں کی موجودہ ابتری کا سبب بھی مؤلف کے نزدیک اللہ

اوراس کے رسولؐ کی نافرمانی ہے جس سے مسلمانوں کا دنیا اور آخرت دونوں کا خسارہ ہورہا ہے۔ مذکورہ صورت کا حل مولانا محمد سہیل نے یہ پیش کیا ہے کہ ہمارا ایمان ہونا چاہیے کہ نفع ونقصان، عزت، ذلت، تنگی، کشادگی سب اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اس نے ہمیں اپنی رضا و کامیابی کا راستہ بھی بتا دیا ہے کہ ''میرے حبیب کی [کے] اتباع اور ظاہر و باطن میں ان کی اطاعت وفرمانبرداری ہی میں میری رضا ہے۔''[۸۳]

گویا شاہِ خوبانِ عالم ﷺ کی تحریر کا مقصد مسلمانوں میں آپؐ کی اطاعت پیدا کرنا ہے، جس کے ذریعے مسلمان دنیا وآخرت میں کامیاب ہوں گے۔ مولانا محمد سہیل نے بار بار قاری کی توجہ اطاعت کی طرف نہیں دلائی، بلکہ آپؐ سے محبت کا جذبہ بیدار کرنے کے لیے ایسے موضوعات اور واقعات کا انتخاب کیا ہے، جن کی تاثیر سے قاری میں محبت اور اطاعتِ رسول اللہؐ کا جذبہ بیدار ہوسکتا ہے، کیونکہ واقعات کا دیرپا اثر ذہن پر مرتسم ہوتا ہے اوران کی تفہیم بھی سہل ہوتی ہے جس کے مؤلف خواہاں ہیں۔ ان کے نزدیک ''اطاعت کے لیے سچی محبت کی ضرورت ہے، ایسی محبت جو اغیار کو دل سے نکال دے اور محبوب ہی دل میں سما جائے تاکہ پھر ہر کام دنیا کا ہو یا دین کا محبوب کی رضا کے مطابق ہو جائے اور محبت کے عموماً تین اسباب ہوتے ہیں۔ جمال، کمال، نوال (احسان) اور یہ تینوں اسباب حبیبِ خداؐ میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔''[۸۴] مولانا محمد سہیل نے ان تینوں پہلوؤں ہی کو پیش کیا ہے۔ کتاب کے آغاز ہی میں مولانا محمد سہیل کے شعری ذوق کا اندازہ ہوجاتا ہے۔ آغاز اس خوب صورت شعر سے ہوتا ہے:

حسنِ خوباں ہے فدا نازِ بتاں سربسجود
تم نے دیکھا ہے کبھی زیرِ فلک ایسا حسینؐ

اس قسم کے تغزل سے پر اشعار جابجا کتاب میں نظر آتے ہیں، یہ مصنف کے اسلوب کی نمایاں خاصیت ہے، صرف اردو اشعار ہی کتاب میں موجود نہیں بلکہ عربی اور فارسی اشعار بھی مضمون کی تاثیر اور اسلوب کے حسن میں اضافے کا سبب بنے ہیں۔ ان اشعار کے ترجمے کہیں دیے اور کہیں نہیں دیے گئے ہیں۔ برمحل اشعار نے ادبی رنگ اور حسنِ بیان میں اضافہ کیا ہے۔ معراج کے واقعے میں

آپؐ کو اللہ کا دیدارِ خاص فرمانے پر، مولانا قاسم نانوتویؒ کا یہ شعر تحریر کیا ہے:

خدا کے طالب دیدار حضرتِ موسیٰ
تمھارا لیجے خدا آپ طالب دیدار[۸۵]

آپؐ کے چہرۂ مبارک کے چودھویں کے چاند کی طرح چمکنے پر یہ شعر قلم بند کیا:

جمال کو ترے کب پہنچے حسن یوسف کا
وہ دل ربائے زلیخا تُو شاہدِ ستار[۸۶]

اسی طرح آپؐ کا یہ ارشادِ مبارک پیش کرنے کے بعد کہ "غور سے سُنو! میں اللہ کا حبیب ہوں اور اس پر کوئی فخر نہیں کرتا۔" (مشکوٰۃ) یہ شعر درج کیا ہے:

خدا ترا تُو خدا کا حبیب اور محبوب
خدا ہے آپؐ کا عاشق، تم اس کے عاشق زار[۸۷]

آپؐ کو باعثِ تخلیقِ کائنات تحریر کرنے کے بعد مولانا قاسم نانوتویؒ کا یہ شعر نذرِ قارئین کیا:

جو تُو اُسے نہ بناتا تو سارے عالَم کو
نصیب ہوتی نہ دولت وجود کی زنہار

زبان و بیان سادہ اور عام فہم ہے۔ عربی اور فارسی کے صرف وہی الفاظ استعمال کیے ہیں، جن کا چلن اردو میں عام ہے۔ اسلوب میں دو ایک مقام پر تشریحی اور منطقی انداز بھی موجود ہے، جیسے خاتم النبیین کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ختم ہونے کے معنی انتہا کر دینے اور کسی چیز کو انتہا تک پہنچا دینے کے ہیں اور انتہا تک پہنچنے کی حقیقت، اس کا آخری حد پر آنا ہے۔ اس لیے ختم نبوت کے معنی ہوئے کہ نبوت اپنے تمام درجات و مراتب میں آخری حد تک پہنچ گئی۔ گویا اول سے آخر تک جتنے کمالات نبوت کے ساتھ تھے، وہ سب آپؐ میں جمع ہو گئے۔

حضورؐ کے حسن و جمال کے بیان میں مولانا محمد سہیل نے ایک خاص حسنِ ترتیب دی ہے، جس میں استدلالی انداز ہے۔ آپؐ کے سراپا کی خصوصیت اور انفرادیت کو الگ الگ واقعات کے ذریعے ذہن پر نقش کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ موے مبارک سے لے کر قدمِ مبارک تک کے معجزے بیان کیے گئے ہیں۔ تمام مخلوقات سے حسن و جمال میں برترین ہونے کی دلیل یہ بیان کی ہے کہ اللہ

تعالی نے سب سے پہلے اپنے نور سے آپؐ کا نور پیدا کیا پھر دیگر مخلوقات آپ ہی کے نور سے تخلیق ہوئی ہیں۔لہٰذا کائنات کے تمام حسن کا منبع، آپؐ کی ذات مبارکہ ہے۔ایک دلیل یہ بھی پیش کی کہ آپؐ کا نور ہزاروں لاکھوں سال اللہ تعالی کے مشاہدے میں مستغرق رہا۔ اس طویل ترعرصے میں نور محمدیؐ نے منبعِ نوروحسن وجمال سے کس قدر حسن وجمال ونور حاصل کیا ہوگا؟

شاہ خوبانِ عالم ﷺ میں تحقیقی انداز کہیں کہیں نظر آتا ہے۔قرآنی آیات اور تفسیر کے حوالے دیے گئے مگر ان میں صرف نام دینے ہی پر اکتفا کیا گیا ہے، صفحہ نمبر اور دیگر تفصیلات نہیں دی ہیں۔مکتبہ شاہ زبیر کراچی نے مولانا محمد سہیل کی کتاب شاہِ خوبانِ عالم ﷺ کو پہلی مرتبہ ۲۰۰۵ء میں شائع کیا۔

سیدعزیزالرحمٰن کی کتاب درسِ سیرت اپنے موضوع اور اسلوب کے تناظر میں جدید سماجی تقاضوں سے ہم آہنگ ہے۔ اِس کتاب میں اُنھوں نے سیرتِ پاکؐ کے ۵۰ موضوعات کو عنوانات قائم کرکے پیش کیا ہے۔ ہر عنوان میں چند احادیث اور حسبِ موقع قرآن کی آیات کو پیش کرنے کے بعد، اُس میں سے سماج کے کسی پہلو کو اخذ کرکے، موجودہ معاشرے میں اُس کی ضرورت اور اہمیت پر روشنی ڈالی ہے۔

کتاب کے محرکات کا سب سے اول نقش تو انتساب ہی سے پتا چلتا ہے، جو ''اُمتِ مسلمہ کے نام'' ہے۔ پوری کتاب کے مخاطب مسلمان ہی ہیں، جن کی اصلاح کے لیے یہ کتاب تحریر کی گئی ہے۔کئی مواقع پر مسلمانوں کے اُن گروہوں کو مخاطب کیا ہے جو اُمتِ مسلمہ کی راہنمائی کے فرائض انجام دے رہے ہیں، ان میں مبلغ، علما، مشائخ، امام وغیرہ شامل ہیں۔لکھتے ہیں کہ:

> آج کا مسلمان بہت سے پہلوؤں سے اصلاح کا محتاج ہے، مگر اُن میں سب سے اہم پہلو اخلاق و کردار کا ہے۔جس امت کے نبی ہادیٔ برحق کا قول مبارکہ ہی یہ ہو کہ بعثت لا تمم حسن الاخلاق [ترجمہ: میں حسن اخلاق کی تکمیل کے لیے مبعوث کیا گیا ہوں۔][۸۸]

صلہ رحمی کے عنوان میں اس بات پر افسوس کا اظہار کیا گیا ہے کہ اخلاقی معاملات میں عوام اور خواص دونوں ہی طبقوں میں کمزوریاں پائی جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ امام بھی اسی مقام پر ہیں جہاں

ایک عام فرد کھڑا ہے۔[89] کتاب کا دوسرا اہم محرک مصنف کی معاشرتی تبدیلی کی خواہش ہے، جس کا تذکرہ بیشتر دروس میں کسی نہ کسی موقعے پر کیا ہے۔ سید عزیزالرحمٰن نے معاشرتی خامیوں کی نشاندہی کرکے، سیرت طیبہ پر عمل ہونے کو اس کا علاج قرار دیا ہے۔ 'ایثار' کے موضوع میں مصنف کا نقطۂ نظر سماجی اور اصلاحی نوعیت کا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ہمارے معاشرے میں دوسروں کا حق مارنا اور ایذا پہنچانا خوشی کا باعث ہوگیا ہے، جب کہ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ہم بزرگ، خواتین اور بچوں کو سڑک پار کراتے، بل جمع کراتے ہوئے قطار بناتے، ان اعمال کا فائدہ ہم سب کو ہوتا۔[90]

فنی حوالے سے دیکھا جائے تو یہ مختصر مضامین فصاحت وبلاغت سے پُر ہیں، جن میں تاثیر ہے۔ اِس تاثیر کا بنیادی سبب یہ ہے کہ یہ فنی پہلو بھی سیرت سے اخذ کردہ ہے۔ نبی کریمؐ کا قول مبارک ہے کہ ''نماز کی طوالت اور خطبے کا اختصار؛ انسان کے تفقہ کی دلیل ہے۔''[91] تمام مضامین عام فہم زبان اور عمومی انداز میں تحریر کردہ ہیں۔ اُسلوب میں جہاں ضرورت محسوس ہوئی، وہاں مثالوں اور تشبیہوں کا بھی استعمال کیا گیا ہے۔ پوری کتاب میں اصلاحی رنگ کا غلبہ ہے، جس کے لیے یہی اندازِ تحریر مفید و معاون ہوتا ہے، اس اسلوب نے کہیں بھی تحریر کو گنجلک ہونے نہیں دیا۔ اس اسلوب کا سبب سید محمد ابوالخیر کشفی یہ بتاتے ہیں:

> سید عزیزالرحمٰن نے فصاحت و بلاغتِ نبویؐ پر تحقیقی کام کیا ہے اور وہ جانتے ہیں کہ سجع، قافیہ بندی اور آرائش میں گوہرِ مدعا کو گم نہیں ہونا چاہیے کہ یہی نسبتِ نبویؐ ہے۔[92]

آپ کے اُسلوب کے بارے میں ڈاکٹر ظفر اسحاق انصاری کی رائے بھی قابلِ توجہ ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> کتاب کا انداز اتنا ہلکا پھلکا ہے کہ اِسے پڑھتے ہوئے کوئی اکتاہٹ نہیں ہوتی نیز ہر مضمون اپنے طور پر مکمل ہے۔[93]

عموماً خانقاہی نظام سے وابستہ افراد کی کتب میں بالخصوص اصلاحی کتب میں تحقیقی انداز برائے نام ہوتا ہے، مگر سید عزیز الرحمٰن کی اس کتاب میں تحقیقی انداز اپنایا گیا ہے۔ نہ صرف قرآن واحادیث کے مکمل حوالے دیے گئے ہیں بلکہ جن کتب سے استفادہ کیا ہے، اُن کے بھی تفصیل سے

حوالے دیے ہیں۔ یہی نہیں کتاب کے آخر میں کتابیات بھی دی گئی ہے۔ تحقیق میں ایک اہم پہلو پاورقی حوالے کا ہوتا ہے جو کمپیوٹر کمپوزنگ کے سبب تیزی سے ختم ہو رہا ہے کیونکہ پاورقی حوالے کی نسبت باب کے آخر میں حوالے بآسانی دیے جا سکتے ہیں اور ان میں ردوبدل بھی سہولت کے ساتھ ہو جاتا ہے، مگر اس نئے انداز میں حوالہ دینے کی زحمت کم ہی کی جاتی ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے اختتامی حوالوں کا طریق کار اختیار کیا ہے۔

یوں تو مذکورہ پوری کتاب ہی امتِ مسلمہ کو غور و فکر کی دعوت دے رہی ہے، مگر رہنمائے قوم سے اس میں ایسے سوالات پوچھے گئے ہیں، جو اُن اور امتِ مسلمہ کے لیے لمحۂ فکریہ ہیں۔ دین میں کس تیزی سے بدعاتِ قبیحہ داخل ہوئیں اور رچ بس گئیں۔ ان کے قدموں کی آہٹ تک اکابرین نہیں سن سکے۔ مصنف 'حسن معاملہ' کے بارے میں اظہارِ خیال فرماتے ہیں:

> ہمارے دین کے بہت حصے ہیں مگر معاملات اور مالی امور شاید دین کا اب حصہ نہیں رہے، ایک آدمی شاید آج معاملات کا کھوٹا اور معاشرت کا کمزور ہونے کے باوجود پختہ کار مسلمان ہو سکتا ہے اگر چہ وہ چند عبادات کو ظاہری اہتمام سے ادا کرتا ہو۔ دین میں یہ عملی تحریف نہ جانے کب ہوئی۔[۹۴]

درسِ سیـــــرت میں خانقاہی پہلو بھی دکھائی دیتا ہے۔ یوں تو خود اصلاح خانقاہی نظام کا مرکزی موضوع ہے۔ عجز و انکسار مصنف کے ہاں دکھائی دیتا ہے، جیسے زیرِ بحث کتاب کے بارے لکھا ہے کہ "اس دروس کا مخاطب اول خود راقم آثم ہے۔"[۹۵] سید عزیز الرحمٰن نے ظاہر و باطن کے حوالے سے لکھا ہے کہ ظاہری انسان ہی سب کچھ نہیں ہے، باطنی خوبیاں بھی برابر کی اہمیت رکھتی ہیں۔ انسانیت کی تکمیل صورت اور سیرت دونوں کے کمال میں ہیں۔[۹۶] یہ عاجزانہ انداز مختلف دروس میں دکھائی دیتا ہے۔ اس طرح "خود کو کم علم و بے عمل" کہا ہے جو عاجزی کی علامت ہے۔[۹۷]

درسِ سیـــرت میں سماجی اور اصلاحی رنگ بہت نمایاں ہیں۔ اس کی اہمیت اور افادیت اس حوالے سے بھی ہے کہ اس میں زندگی گذارنے کا اعلیٰ ترین معیار بتانے کے ساتھ علم میں اضافہ بھی کیا گیا ہے، جب کہ سب سے زیادہ زورِ عمل پر دیا گیا ہے۔ یقیناً اس کتاب کا مطالعہ اور درس، امتِ مسلمہ کی تربیت اور زندگی میں مثبت تبدیلی کا باعث بن سکتا ہے۔ یہ کتاب موجودہ عہد کے تقاضوں کو پورا

کرتی ہے، جس کا تقاضا ہے کہ عام فہم انداز میں اللہ اور اُس کے رسولؐ کا پیغام اور تعلیمات کو امتِ مسلمہ اور دیگر اقوام میں پیش کیا جائے۔ بقول ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی "میری ناچیز رائے میں یہ وقت اسلام پر دقیق علمی مباحث کا نہیں ہے بلکہ ہمارے اہلِ علم کو اس بات کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے کہ دلوں میں اخلاقِ محمدؐ کی جوت پیدا ہو سکے۔[۹۸]

ڈاکٹر سید عزیز الرحمٰن کی یہ کتاب مذکورہ بالا تمنا کی عملی تفسیر ہے جو عہدِ حاضر کا تقاضا ہے۔ امت مسلمہ کی کشتی جس قدر حالات کے بھنور میں پھنسی ہوئی ہے اُس سے نبرد آزما ہونے اور نجات کے لیے اسوۂ رسولؐ کا مطالعہ دورِ جدید کے تناظر میں کرنا اور اُسے اپنی عملی زندگی پر لاگو کرنا، وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔اس فکری پہلو کے پیشِ نظر سید عزیز الرحمٰن نے درسِ سیـــرت میں ہماری عملی اور معاشرتی زندگی سے تعلق رکھنے والے سبق آموز واقعات اور اشارات کا انتخاب پیش کیا ہے۔ آج کے دور میں ایسی کتاب کی اشد ضرورت ہے۔اس لیے کہ ہمارے ہاں عام طور پر روزمرہ کی عملی اور معاشرتی زندگی کے بارے میں جناب نبی اکرمؐ کے ارشادات و تعلیمات کی طرف اس قدر توجہ نہیں ہے جتنی ہونی چاہیے۔[۹۹] زوار اکیڈمی پبلی کیشنز کراچی کے زیرِ اہتمام ۲۰۰۶ء میں درسِ سیـــرت کی اشاعت اول ہوئی۔اشاعتی تفصیل میں کتاب کا نام خطبات محرم درج ہوگیا، ممکن ہے یہ اس کا پہلا نام ہو، یا اِس کا سبب پروف خوانی کی خامی ہوسکتا ہے۔

حضرت محمدؐ کے سوا دنیا میں کوئی ایسی ہستی نہیں، جس کی زندگی کے بارے میں اس قدر تحریر کیا گیا ہو۔آپؐ کی فصاحت وبلاغت کے حوالے سے کئی کتب تحریر کی گئی ہیں جن میں سید عزیز الرحمٰن کی کتاب خـطـابـت نبوی ﷺ بھی شامل ہے۔کتاب کے مقدمے میں اس موضوع پر لکھی گئی دیگر زبانوں کی کتب کے علاوہ اردو کتابوں میں سـرور کـونین کی فصاحت از شمس بریلوی، کلام رسول اللہ ﷺ ادبی بلاغت کا شاہکار از مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی، محمد رسول اللہ ﷺ کی فصاحت وبلاغت از محمد فاروق کمال، نبی امی کی فصاحت وبلاغت از فیاض احمد کاوش اور نبی امّی کی فصاحت وبلاغت علامہ فیض احمد اویسی کی کتب کا تذکرہ کیا گیا ہے۔مقدمے میں اِن کتب کے علاوہ خطباتِ نبویؐ پر لکھے گئے مضامین کی بھی فہرست دی گئی ہے،

کتب اور مضامین کے بارے میں تمام اشاعتی تفصیل درج کی گئی ہے، تا کہ مستقبل کے محققین ان سے استفادہ کر سکیں۔ خانقاہی ادب میں اس جدید اسلوب کی خصوصی ضرورت ہے۔

سید عزیز الرحمٰن کو ان کتب میں تشنگی محسوس ہوئی، اس لیے وہ وضاحت سے خطباتِ نبویؐ پر تحقیقی انداز میں ایک جامع کتاب لکھنے کے خواہاں تھے جس کا اظہار انھوں نے 'مقدمے' میں یوں کیا:

> اس تفصیل سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ نبی اکرمؐ کی فصاحت و بلاغت اور خطابت پر اب بھی کام کی ضرورت ہے تا کہ آپؐ کی فصاحت و بلاغت کے مختلف پہلو وضاحت کے ساتھ قارئین کے سامنے آسکیں۔ راقم نے اسی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے اس موضوع پر قلم اُٹھایا ہے اور کوشش کی ہے کہ موضوع زیر بحث کے تمام پہلوؤں پر معلومات یکجا ہو سکیں۔[۱۰۰]

سید عزیز الرحمٰن نے کتاب کو سولہ ابواب میں تقسیم کیا ہے، یہ ابواب منطقی انداز لیے ہوئے ہیں، سب سے پہلے باب کا عنوان ''فصاحت و بلاغت'' ہے، جس میں فصاحت و بلاغت کی مختلف اصطلاحوں کی تعریفیں پیش کی ہیں۔ اِس ضمن میں مختلف ماہرین علم و بیاں کے اقوال مع حوالے درج کیے ہیں۔ جہاں عربی عبارت درج کی ہے، وہاں ان کے اردو تراجم بھی تحریر کیے ہیں۔ یقیناً اس سے قاری مستفید ہوں گے لیکن 'المعانی'، 'البیان' اور 'البدیع' کی عربی تعریف کے ساتھ اردو ترجمہ نہیں دیا گیا۔ علماے کرام اور اہلِ قلم اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ موجودہ عہد میں عربی اور فارسی سے واقفیت رکھنے والے قارئین کی تعداد بہت کم ہوگئی ہے، اِس لیے ضروری ہے کہ جب بھی عربی، فارسی یا دیگر زبانوں کی اردو کتب میں عبارت دی جائے، تو اُس کا اردو ترجمہ ضرور شامل کیا جانا چاہیے، دیگر ابواب کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۲) فصاحتِ نبویؐ (۳) جوامع الکلم (۴) مکاتیب (۵) ادعیہ ماثورہ (۶) کلامِ نبویؐ میں صنائع بدائع (۷) خطابت کیا ہے؟ (۸) تاریخ خطابت (۹) قیادت اور خطابت، باہمی تعلق (۱۰) آپؐ اور خطابت اور (۱۱) خطابت انبیاے کرام علیہم السلام۔

ہر باب اپنی جگہ علمیت اور معنویت لیے ہوئے ہے، جس میں اصطلاحوں کی تعریف کرنے کے بعد، احادیث نبویؐ سے اس کی مثالیں بیان کی ہیں، اس طرح جہاں ضرورت محسوس ہوئی،

وہاں قرآن کی آیتوں کے حوالے بھی دیے ہیں۔ قرآنی آیات سے ثابت کیا ہے کہ فصاحت وبلاغت آپؐ کے تبلیغی اور نبوت کے مقاصد کا ایک جز ہے۔ اس بات کی دلیل میں سورۃ النساء کی آیت ۶۶ کو پیش کیا گیا ہے، جس کا ترجمہ ہے: ''اور انھیں نصیحت کیجیے اور ایسی بات کیجیے جو ان کے دلوں میں اُتر جائے۔''[۱۰۱] اس کے علاوہ جاحظ کے اقوال بھی البیـــان والتبییــن سے نقل کیے ہیں جن میں آپؐ کی فصاحت وبلاغت کا اعتراف کیا گیا۔ انھوں نے لکھا ہے کہ'' آپؐ کے دشمنوں میں سے کسی کو آپؐ کی فصاحت وبلاغت میں کسی قسم کا عجز یا عیب نظر نہیں آیا تھا۔''[۱۰۲] اس کی دلیل یہ دی کہ اگر مخالفین کوئی ایسی بات دیکھتے تو ضرور اس کا اظہار کسی مجلس میں ضرور کرتے۔ سید عزیزالرحمٰن کی یہ دلیل اس لیے بھی معتبر ہے کہ آپؐ کا دور فصاحت وبلاغت اور علمِ بیاں کا دور تھا، اسی لیے آپؐ کو قرآن جیسی فصیح و بلیغ کتاب دی، جس کی مثال دنیا کی کسی ادبی تاریخ میں نہیں ملتی۔ قرآن کی اس صفت کا اعتراف مخالفین بھی کرتے رہے ہیں۔

خطابت نبوی ﷺ کا ہر باب جامعیت لیے ہوئے ہے۔ اس کتاب سے جہاں آپؐ کی فصاحت وبلاغت اور خطابت کا پتا چلتا ہے، وہیں شائقینِ علم وادب کو بہت سی علمی وادبی اصطلاحوں کی تعریفوں کے نئے پہلوؤں سے آگاہی بھی ہوتی ہے، بالخصوص وہ ادیب جو یہ نقطۂ نظر رکھتے ہیں کہ ہر بات کو، خواہ فحش ہی کیوں نہ ہو، کو کھول کر بیان کرنا چاہیے وہ اس اندازِ بیان سے یقیناً متاثر ہوں گے کیونکہ اصل مقصد بات کا ابلاغ ہوتا ہے۔ اشاروں، کنایوں اور علمِ بیان کے ذریعے بات زیادہ مؤثر ہوجاتی ہے، اصل میں ادبی اسلوب ہوتا ہے۔ آپؐ کی فصاحت وبلاغت اور کتاب خطابت نبوی ﷺ کا مطالعہ یقیناً اہلِ ادب کے لیے بھی مفید اور معاون ثابت ہوگا۔ زیرِ بحث کتاب کے اسلوب کی جھلک اور استعارے، تشبیہ اور کنائے کی مثالیں بالترتیب ملاحظہ کیجیے:

> مشرکین کی آگ سے روشنی مت حاصل کرو۔ یعنی مشرکین سے رائے اور مشورہ طلب نہ کیا کرو، اور ان کے مشورے پر مت چلا کرو۔ اس حدیث میں مشرکین کی آگ سے مراد ان کی رائے اور مشورہ ہے، جو اپنے مضمرات کے اعتبار سے آگ سے کم نہیں۔
>
> خبردار حسد سے دور رہو، بے شک حسد نیکیوں کو ایسا کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑیوں کو۔
>
> لذتوں کو فنا کردینے والی چیز کے ذکر کی کثرت کرو۔ یہ موت سے کنایہ ہے۔ اس

لیے موت عیش وعشرت کی تمام چیزوں کو فنا کر دیتی ہے۔[۱۰۳]

سید عزیز الرحمٰن کی کتاب خطابت نبوی ﷺ کو زوار اکیڈمی پبلی کیشنز کراچی نے ۲۰۰۹ء میں پہلی بار شائع کیا۔

پروفیسر محمد عبداللہ امینی (ظفر فاروقی) کی سیرت پاکؐ پر تحریر کردہ کتاب چشمۂ کوثر کی تخصیص یہ ہے کہ اِس میں صرف سیرت کے اُن پہلوؤں کو پیش کیا گیا ہے، جن کا تعلق سنتِ نبویؐ سے ہے۔ کتاب کے آغاز میں صوفی محمد اقبال مہاجر مدنی کے مجاز خلیفہ مولانا حافظ محمد سہیل مدنی کا ایک بسیط مقدمہ ہے، جس میں انھوں نے سنت کی تعریف، قسمیں اوراس کی اہمیت وافادیت کو بیان کیا ہے۔ سنت کی تعریف میں وہ لکھتے ہیں کہ ''سنت وہ کام ہے جو نبی کریمؐ سے قولاً ،فعلاً یا تقریراً منقول ہو۔'' بعض کے نزدیک خلفاے راشدین کا عمل بھی سنت ہے جس کی دلیل مشکوٰۃ کی حدیث سے لی جاتی ہے جس میں آپؐ نے فرمایا کہ میری اور خلفاے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو۔[۱۰۴] سنت کی اقسام میں سنن ہُدیٰ اور سنن عادیہ اوران کی ذیلی قسموں کا ذکر اور تفصیل ہے۔

یوں تو آپؐ کی سنت کے موضوع پر مستند کتابیں موجود ہیں مگر پروفیسر عبداللہ امینی نے اس کتاب میں تین خصوصیات کو مدِنظر رکھا ہے، اول یہ آسان ترین یعنی عام فہم اسلوب میں تحریر کی گئی ہے۔ دوم اس کا اختصار ہے اور سوم اس میں سنتوں کو فہرست کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔ سیرت پر کتب تحریر کرنے کے اہم مقاصد میں محبت رسولؐ کا جذبہ، اتباعِ رسولؐ کی تبلیغ اور خواہش اجر وثواب ہے، جو عموماً ہر مصنف کے قلب وذہن میں موجود ہوتے ہیں اور وہ اس جذبے اور اتباعِ رسولؐ کو دیگر افراد میں پیدا کرنے کے لیے سیرت پر کتاب تحریر کرتے ہیں۔ یہی مقاصد ہمیں اس کتاب میں بھی دکھائی دیتے ہیں۔عرضِ مؤلف میں لکھا ہے کہ ''انشاء اللہ العزیز یہ عبارتیں جناب رسول پاکؐ کی محبت کے بڑھنے کا سبب بنیں گی اور مبارک سنتوں پر عمل کا پورا پورا اجر وثواب حاصل کرنے کا ذریعہ ہوں گی۔[۱۰۵]

اس کتاب میں تحقیقی انداز موجود ہے۔احادیث کی مستند کتب کے علاوہ سیرت کی بہت سی اہم کتب سے استفادہ کیا گیا ہے۔ہر سنت کے اختتام پر کتاب کا حوالہ دیا گیا ہے مگر اِن حوالوں کی تفصیل نہیں دی گئی ہے۔سنتوں کو موضوعات کے تحت عنوانات دیے گئے ہیں، پھر اُس موضوع سے

متعلق مختلف کتب سے سنتوں کو بیان کیا گیا ہے۔

چشمۂ کوثر کی اہمیت و افادیت یہ ہے کہ، اِس میں آپؐ کی سنتوں کو جزئیات کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، یعنی اگر کوئی فرد آپؐ کی سنتوں پر عمل پیرا ہونا چاہے تو اِس کتاب کے ذریعے زندگی گذارنے کے ہر ہر عمل کے بارے میں بآسانی آگاہی ہوسکتی ہے، گویا یہ کتاب سنتوں کو زندہ کرنے کی ایک عملی کاوش ہے۔سنتوں کو زندہ کرنے کے حوالے سے آپؐ کا فرمانِ عالی شان ہے: جس نے میری کسی ایسی سنت کو زندہ کیا جو میرے بعد چھوڑ دی گئی تھی تو اس کا اس قدر اجر ملے گا، جتنا اس پر عمل پیرا افراد کو، جب کہ عمل کرنے والوں کے ثواب میں کمی نہ ہوگی۔ یہ کتاب صرف سنتوں ہی پر مبنی نہیں ہے بلکہ اس کی افادیت میں اضافے کے لیے کتاب کے ابتدائی چار صفحات کے بالائی مقام پر قرآنی آیات کے اردو تراجم اور دیگر صفحات پر احادیث اور امام و مشائخ کے اقوال تحریر کیے گئے ہیں۔

خانقاہی نظام میں جن سنتوں پر ترجیحاً اور تاکیداً عمل کیا جاتا ہے انھیں باطنی سنتیں کہا گیا ہے۔ اخلاص، تواضع، تقویٰ، صبر، شکر، رضا، توکل وغیرہ۔ انھیں سنتیں کہنے کا سبب پروفیسر عبداللہ امین نے لکھا ہے کہ یہ قابلِ حصول ہیں اور سنتوں کے دونوں لوازم پر پوری اُترتی ہیں۔ اس کی تفہیم کے لیے مؤلف نے جہاز کی مثال دے کر سمجھایا ہے کہ جس طرح جہاز کے پر، پنکھے، سیٹیں، کھڑکیاں وغیرہ اس کا ظاہر ہیں مگر اس کا انجن پوشیدہ ہے جو اس کی اصل قوت ہے، وہی منزل کی طرف لے جاتا ہے۔ اس طرح اللہ کے قریب لے جانے والی باطنی سنتیں ہیں۔ جس طرح بغیر انجن کے جہاز منزل کی طرف سفر نہیں کرسکتے، اسی طرح باطنی سنتوں (بغیر انجن) اور بغیر محبت (ایندھن) کے اعمال و عبادات رب کے قریب نہیں کرسکتیں۔[۱۰۶]

چشمۂ کوثر دس ابواب اور خاتمۂ کتاب پر مشتمل ہے۔ دو فہرستیں دی گئی ہیں۔ ایک اجمالی اور دوسری تفصیلی۔ اجمالی میں ابواب کو بیان کیا گیا ہے جب کہ تفصیلی میں ہر باب کی مکمل جزئیات دی گئی ہیں، جس سے قاری بآسانی اپنی ضرورت کے مطابق سنت کو تلاش کرسکتا ہے۔ اس کتاب میں آپؐ کے لباسِ مبارک، رفتار و گفتار، مجالس کی کیفیت، بڑوں اور چھوٹوں کے ساتھ برتاؤ، کھانے پینے، سونے جاگنے، گھر میں آمد و رفت، مختلف تہواروں، گھریلو زندگی، جہاد اور اسفار، خوشی و

مصائب، بیماری وصحت یابی، عیادت وتعزیت اور تجہیز وتکفین وغیرہ تک کی سنتوں کو پیش کر دیا گیا ہے۔

کتاب کا اسلوب پروفیسر عبداللہ امنیؔ کے بیان کی تصدیق کرتا ہے کہ کتاب میں سادہ اور عام فہم طرزِ تحریر ہے۔اختصار بھی اس کی خاصیت ہے۔ادبی رنگ اور اسلوب کتاب میں بہت کم دکھائی دیتا ہے، ایسا لگتا ہے، جن کتب سے لوازمہ ماخوذ ہے، اُسے مختصر ضرور کیا گیا ہے مگر لفظیات وہی رکھی گئی ہیں۔اس لیے خاص اندازِ تحریر نہیں بن سکا، جیسے ایک موقع پر تحریر کیا کہ ''نہ کھٹمل آپ کا خون چوس سکتا تھا۔''، ''مکھی بھی آپ کے کپڑے پر کبھی نہیں بیٹھی۔''، ''بکثرت سر میں تیل ڈالتے۔''، ''پانی لگا کر بھی ڈاڑھی مبارک میں کنگھا کیا کرتے۔''[۱۰۷] جب کہ باطنی سنتوں کے بیان میں ان کا اندازِ بیان رواں، ادبی اور مدلل ہے جس کا ذکر پہلے کیا گیا ہے۔اس کتاب کی اشاعت مکتبہ حضرت شاہ زبیرؒ کراچی کے تحت ہوئی۔دیگر اشاعتی تفصیل، سنہ اور ایڈیشن وغیرہ تحریر نہیں کیے گئے ہیں مگر مقدمے اور پیش لفظ سے پتا چلتا ہے کہ اس کی تکمیل فروری ۲۰۱۰ء میں ہوئی ہے۔

سندھ کی خانقاہوں میں جو سیرتِ نبویؐ پر کتب تحریر کی گئی ہیں ان کے متنوع محرکات اور اسالیب ہیں۔ان میں سے اہم پہلو عشقیہ رنگ ہے جو صوفیانہ زندگی کا جزوِ خاص ہے۔اس حوالے سے عزیز الاولیاؒ کی تفسیر مبشرات حق آیات اہم کتاب ہے۔آپؐ کی سنتوں کو زندہ کرنا بھی سیرت نگاری کا خاص نکتہ رہا ہے۔ڈاکٹر عبدالحیؒ کی اسوۂ رسول ﷺ میں یہ نکتہ نمایاں ہے۔سندھ کے خانقاہی ادب کی سیرتوں میں علمی اور ادبی رنگ کا غلبہ بھی نمایاں دکھائی دیتا ہے۔ان میں پروفیسر فیاض کاوشؔ کی نبیِ امی کی فصاحت و بلاغت اور ڈاکٹر سید عزیز الرحمٰن کی خطابتِ نبوی ﷺ قابلِ ذکر ہیں۔خانقاہوں سے وابستہ افراد جہاں اپنی اور دوسروں کی اصلاح کے لیے کوشاں رہتے ہیں، وہیں انھیں سماجی اضطراب کو ختم کرنے کی بھی فکر لاحق ہوتی ہے۔یہ پہلو ہمیں ڈاکٹر سید عزیز الرحمٰن کی درسِ سیرت اور ڈاکٹر عبدالحیؒ کی کتاب اُسوہ رسول اکرم ﷺ میں واضح دکھائی دیتے ہیں۔ان سیرت نگاروں کی خواہش اور آرزو ہے کہ امتِ مسلمہ زندگی کے ہر شعبے میں آپؐ کے احکام کو حرزِ جاں بنائے۔اسلامی تصوف میں قرآنی تعلیمات اور سیرت پاکؐ کی اہمیت مسلّم رہی ہے۔مشائخ کرام نے اپنی تحریروں میں دینی نقطۂ نظر کو اہمیت دی ہے۔اس حوالے سے ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاںؒ کی کتاب ہمہ

قرآن در شان محمد ﷺ میں اس بات پر زیادہ زور دیا ہے کہ لوگ قرآن اور سیرت پر عمل پیرا ہو کر اپنی زندگی کو اسلامی تعلیمات کے مطابق بسر کر سکیں۔ علامہ سید شاہ تراب الحق قادری کی تصنیف جمال مصطفی ﷺ اپنے اختصار اور جامعیت کے حوالے سے سیرت نگاری میں ایک عمدہ اضافہ ہے گویا اس کتاب میں 'جمالِ صورت' بھی ہے اور 'جمالِ سیرت' بھی۔ صوفی محمد اقبال مہاجرؒ کی کتاب حقوق خاتم النبیین میں درود شریف کا مقام میں درود شریف کی اہمیت و افادیت کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ سندھ کے خانقاہی ادب میں کچھ سیرت نگاروں نے آپؐ کے بارے میں مختلف نقطہ ہائے نظر پر بھی اظہارِ خیال کیا ہے۔ ان میں ڈاکٹر محمد مسعود احمدؒ کی عیدوں کی عید اور صوفی محمد اقبال کی حقوق خاتم النّبیین ﷺ شامل ہیں۔ الغرض سندھ کے خانقاہی ادب میں جو سیرت نگاری کی گئی ہے ان میں متنوع محرکات اور اسالیب کا پتا چلتا ہے جس سے سیرت پاکؐ کی تفہیم کے مختلف پہلو سامنے آتے ہیں اور سیرت کی ہمہ جہتی کا اندازہ ہوتا ہے۔

حوالہ جات

* ایم-۹، النصیر اسکوائر، شریف آباد، بلاک ۱فیڈرل بی ایریا، کراچی۔

۱۔ عبدالحفیظ بلیاوی، مصباح اللغات (لاہور: اسلامی اکادمی، ۱۹۸۸ء)، ص ۴۱۱۔

۲۔ عبدالعزیز عرفی، سیرت نگاری (کراچی: گیلانی پبلشرز، ۱۹۹۰ء)، ص ۲۴۔

۳۔ ایضاً، ص ۲۵۔

۴۔ محمود احمد غازی، محاضرات سیرت ﷺ (لاہور: الفیصل ناشران، ۲۰۰۸ء)، ص ۱۶-۱۷۔

۵۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، عجالہ نافعہ، مترجم و شارح ڈاکٹر عبدالحلیم چشتی (کراچی: نور محمد کارخانہ تجارت کتب، ۱۹۶۴ء)، ص ۱۴، ۴۸۔

۶۔ اردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ، جلد ۱۱ (لاہور: دانش گاہ پنجاب، ۱۹۷۵ء)، ص ۵۰۶۔

۷۔ محمود احمد غازی، محاضرات سیرت ﷺ، ص ۱۵۔

۸۔ صلاح الدین ثانی، اصولِ سیرت نگاری (کراچی: مکتبہ یادگار علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، ۲۰۰۳ء)، ص ۳۱۔

۹۔ خواجہ سید یوسف علی چشتی، معجز نما سیرت (کراچی: خواجہ عزیز الاولیا ٹرسٹ، ۱۹۹۹ء)، ص ۱۰۰۔

۱۰۔ عبدالحی عارفی، اُسوہ رسول اکرم ﷺ (کراچی: مکتبہ عمر فاروق، ۲۰۱۰ء)، ص ۲۵۔

۱۱۔ ایضاً، ص ۲۵۔

۱۲۔ ایضاً، ص ۸۵۔

۱۳۔ مسرور احمد زئی، ڈاکٹر غلام مصطفی خان: حالات، علمی و ادبی خدمات (حیدرآباد: ادارۂ انوارِ ادب، ۲۰۰۶ء)، ص ۵۸۳۔

۱۴۔ غلام مصطفی خاں، ہمہ قرآن در شانِ محمد ﷺ (حیدرآباد: رائل بک ڈپو ۱۹۸۳ء)، ص ۹۔

۱۵۔ ایضاً، ص ۹۴۔

۱۶۔ ایضاً، ص ۲۔

۱۷۔ ایضاً، ص ۸۴۔

۱۸۔ مسرور احمد زئی، ڈاکٹر غلام مصطفی خان: حالات، علمی و ادبی خدمات، ص ۵۸۱۔

۱۹۔ غلام مصطفی خاں، ہمہ قرآن در شانِ محمد ﷺ، ص ۱۲۔

۲۰۔ ایضاً، ص ۱۳۔

۲۱۔ مسرور احمد زئی، ڈاکٹر غلام مصطفی خان: حالات، علمی و ادبی خدمات، ص ۲۲۹۔

۲۲۔ محمد مسعود احمد، عیدوں کی عید (کراچی: مظہری پبلی کیشنز، ۱۹۹۴ء)، ص ۲۔

۲۳۔ علامہ شاہ تراب الحق، جمالِ مصطفی (کراچی: بزم رضا، سنہ ندارد)، ص ۱۴۔

۲۴۔ ایضاً، ص ۲۸۷–۲۸۸۔

۲۵۔ ایضاً، ص ۱۳–۱۴۔

۲۶۔ ایضاً، ص ۶۳–۶۴۔

۲۷۔ ایضاً، ص ۱۱۴۔

۲۸۔ صوفی محمد اقبال مہاجر مدنی، حقوق خاتم النبیین ﷺ میں درود شریف کا مقام (کراچی: مکتبۂ شاہ زید، سنہ ندارد)، ص ۱۴–۱۵۔

۲۹۔ ایضاً، ص ۲۰۔

۳۰۔ ایضاً، ص ۲۰۔

۳۱۔ ایضاً، ص ۲۰، ۲۱، ۲۶۔

۳۲۔ ایضاً، ص ۳۰–۳۱۔

۳۳۔ ایضاً، ص ۴۱۔

۳۴۔ ایضاً، ص ۴۲–۴۳۔

۳۵۔ محمد عبداللہ امینی، جھلکیاں محبوب ﷺ کی اداؤں کی (کراچی: جنید پبلشرز، ۱۹۹۶ء)، ص ۲۵، ۸۴، ۱۱۱۔

۳۶۔ ایضاً، عرضِ مؤلف، صفحہ ندارد۔

۳۷۔ ایضاً، ص ۳۰۔

۳۸۔ ایضاً، ص ۸۳۔

۳۹۔ صوفی محمد اقبال مہاجر مدنی، آداب النبی ﷺ (کراچی: مکتبۂ شاہ زید، سنہ ندارد)، ص ۱۷۔

۴۰۔ ایضاً، ص ۱۸۔
۴۱۔ ایضاً، ص ۱۰۔
۴۲۔ ایضاً، ص ۱۰۔
۴۳۔ ایضاً، ص ۱۹۔
۴۴۔ القرآن الکریم، ۴:۹۴۔
۴۵۔ صوفی محمد اقبال مہاجر مدنی، حقوق خاتم النبیین ﷺ میں درود شریف کا مقام، ص ۴۹۔
۴۶۔ ایضاً، ص ۲۸۔
۴۷۔ خواجہ شمس الدین عظیمی، محمد رسول اللہ ﷺ، جلد اول (کراچی: الکتاب پبلی کیشنز، ۲۰۰۴ء)، ص ۸–۹۔
۴۸۔ ایضاً، ص ۱۰۔
۴۹۔ ایضاً، ص ۱۹–۲۰۔
۵۰۔ ایضاً، ص ۸۷۔
۵۱۔ ایضاً، ص ۴۔
۵۲۔ القرآن الکریم، ۴۵:۳۰۔
۵۳۔ القرآن الکریم، ۷۸:۳۱۔
۵۴۔ القرآن الکریم، ۷۹:۳۵–۳۹۔
۵۵۔ القرآن الکریم، ۹۹:۷–۸۔
۵۶۔ سید عزیز الرحمٰن، درسِ سیرت (کراچی: زوار پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء)، ص ۱۲۔
۵۷۔ مولوی فیروز الدین، فیروز اللغات (لاہور: فیروز سنز، سن ندارد)، ص ۶۲ ۱۲۔
۵۸۔ خواجہ شمس الدین عظیمی، محمد رسول اللہ ﷺ، جلد دوم (کراچی: الکتاب پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء)، ص ۱۱۔
۵۹۔ ایضاً، ص ۵۴۴۔
۶۰۔ ایضاً، ص ۱۰۸–۱۰۹۔
۶۱۔ ایضاً، ص ۱۲۵–۱۲۶۔
۶۲۔ ایضاً، ص ۱۴۷–۱۴۸۔
۶۳۔ خواجہ شمس الدین عظیمی، محمد رسول اللہ ﷺ، جلد سوم (کراچی: الکتاب پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء)، ص ۸–۹۔
۶۴۔ ایضاً، ص ۴۴۔
۶۵۔ ایضاً، ص ۵۰۔
۶۶۔ ایضاً، ص ۵۷۔
۶۷۔ ایضاً، ص ۶۲۔
۶۸۔ ایضاً، ص ۶۳ کا حاشیہ۔
۶۹۔ ایضاً، ص ۶۳۔
۷۰۔ ایضاً، ص ۱۵۰۔

۷۱۔ فیاض احمد خاں کاوش وارثیؒ، نبی امی کی فصاحت و بلاغت (کراچی: مکتبہ امام غزالی، ۲۰۰۳ء)، ص ۵۶۔

۷۲۔ ایضاً، ص ۷۶۔

۷۳۔ ایضاً، ص ۲۷۔

۷۴۔ ایضاً، ص ۳۱۔

۷۵۔ ایضاً، ص ۱۲۷–۱۲۸۔

۷۶۔ فیاض احمد خاں کاوش وارثیؒ، نبی امی کی فصاحت و بلاغت (لاہور: بزم عاشقانِ مصطفیٰ، ۱۹۹۹ء)، ص ۸۔

۷۷۔ فیاض احمد خاں کاوش وارثیؒ، نبی امی کی فصاحت و بلاغت، ۲۰۰۳، ص ۲۵–۲۶۔

۷۸۔ ایضاً، ص ۳۶۔

۷۹۔ سید فضل الرحمٰن، جواہرِ نبوی ﷺ (کراچی: زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء)، ص ۳۔

۸۰۔ ایضاً، ص ۴۔

۸۱۔ ایضاً، ص ۸۔

۸۲۔ سید فضل الرحمٰن، گلدستۂ سیرت (کراچی: زوار پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء)، ص ۱۵، ۸۹۔

۸۳۔ ایضاً، ص ۳۔

۸۴۔ مولانا محمد سہیل، سلو خوبانِ عالم ﷺ (کراچی: مکتبہ شاہ زبیر، ۲۰۰۵ء)، ص ۴۔

۸۵۔ ایضاً، ص ۱۱۔

۸۶۔ ایضاً، ص ۱۲۔

۸۷۔ ایضاً، ص ۱۵۔

۸۸۔ سید عزیز الرحمٰن، درسِ سیرت (کراچی: زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء)، ص ۲۳۔

۸۹۔ ایضاً، ص ۲۳۔

۹۰۔ ایضاً، ص ۲۸۔

۹۱۔ ایضاً، ص ۲۰۳۔

۹۲۔ ایضاً، ص ۱۴۔

۹۳۔ ایضاً، ص ۱۰۔

۹۴۔ ایضاً، ص ۵۹۔

۹۵۔ ایضاً، ص ۲۳۔

۹۶۔ ایضاً، ص ۵۰۔

۹۷۔ ایضاً، ص ۲۳۔

۹۸۔ ایضاً، ص ۱۳۔

۹۹۔ ایضاً، ص ۱۹۔

۱۰۰۔ سید عزیز الرحمٰن، خطاباتِ نبوی ﷺ (کراچی: زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، ۲۰۰۹ء)، ص ۳۰۔

۱۰۱۔ ایضاً، ص ۲۷۔

۱۰۲۔ ایضاً، ص ۴۹۔

۱۰۳۔ ایضاً، ص ۶۴–۶۵۔

۱۰۴۔ محمد عبداللہ امینی، چشمۂ کوثر (کراچی: مکتبہ حضرت شاہ زبیر، سن ندارد)، ص ۱۸۔

۱۰۵۔ ایضاً، ص ۴۷۔

۱۰۶۔ ایضاً، ص ۱۸۱–۱۸۴۔

۱۰۷۔ ایضاً، ص ۸۷۔

مآخذ

القرآن الکریم۔

اردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ۔ جلد ۱۱۔ لاہور: دانش گاہِ پنجاب، ۱۹۷۵ء۔

احمد، محمد مسعود۔ عیدوں کی عید۔ کراچی: مظہری پبلی کیشنز، ۱۹۹۲ء۔

احمد زئی، مسرور۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان: حالات، علمی و ادبی خدمات۔ حیدرآباد: ادارۂ انوارِ ادب، ۲۰۰۶ء۔

امینی، محمد عبداللہ۔ جھلکیاں محبوب ﷺ کی اداؤں کی۔ کراچی: جنید پبلشرز، ۱۹۹۶ء۔

________۔ چشمۂ کوثر۔ کراچی: مکتبہ شاہ زبیرؒ، سن ندارد۔

بلیاوی، عبدالحفیظ۔ مصباح اللغات۔ لاہور: اسلامی اکادمی، ۱۹۸۸ء۔

تراب الحق، علامہ شاہ۔ جمالِ مصطفیٰ۔ کراچی: بزمِ رضا، سن ندارد۔

ثاقب، صلاح الدین۔ اصولِ سیرت نگاری۔ کراچی: مکتبہ یادگار علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، ۲۰۰۳ء۔

چشتی، خواجہ سید یوسف علی۔ معجز نما سیرت۔ کراچی: خواجہ عزیز الاولیا ٹرسٹ، ۱۹۹۹ء۔

خان، غلام مصطفیٰ۔ ہمہ قرآن در شانِ محمد ﷺ۔ حیدرآباد: رائل بک ڈپو، ۱۹۸۳ء۔

دہلوی، شاہ عبدالعزیز محدث۔ عجالۂ نافعہ۔ مترجم و شارح ڈاکٹر عبدالحلیم چشتی۔ کراچی: نور محمد کارخانہ تجارت کتب، ۱۹۶۴ء۔

سہیل، مولانا محمد۔ ستاو خوبان عالم ﷺ۔ کراچی: مکتبہ شاہ زبیر، ۲۰۰۵ء۔

عارفی، عبدالحی۔ اسوۂ رسولِ اکرم ﷺ۔ کراچی: مکتبہ عمر فاروق، ۲۰۱۰ء۔

عرفی، عبدالعزیز۔ سیرت نگاری۔ کراچی: گیلانی پبلشرز، ۱۹۹۰ء۔

عزیز الرحمٰن، سید۔ خطابت نبوی ﷺ۔ کراچی، زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، ۲۰۰۹ء۔

________۔ درسِ سیرت۔ کراچی: زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء۔

عظیمی، خواجہ شمس الدین۔ محمد رسول اللہ ﷺ۔ جلد اول۔ کراچی: الکتاب پبلی کیشنز، ۲۰۰۲ء۔

________۔ محمد رسول اللہ ﷺ۔ جلد دوم۔ کراچی: الکتاب پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء۔

________۔ محمد رسول اللہ ﷺ۔ جلد سوم۔ کراچی: الکتاب پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء۔

غازی، محمود احمد۔ محاضرات سیرت۔ لاہور: الفیصل ناشران، ۲۰۰۸ء۔

فضل الرحمن، سید۔ جواہر نبوی ﷺ ۔ کراچی: زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء۔

______ ۔ گلدستۂ سیرت ۔ کراچی: زوار پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء۔

فیروزالدین، مولوی ۔ فیروزاللغات ۔ لاہور: فیروز سنز، سن ندارد۔

مدنی، صوفی محمد اقبال مہاجر۔ آداب النبی ﷺ ۔ کراچی: مکتبہ شاہ زبیر، سن ندارد۔

______ ۔ حقوق خاتم النبین ﷺ میں درود شریف کا مقام" ۔ کراچی: مکتبہ شاہ زبیر، سن ندارد۔

وارثیؒ، فیاض احمد خاں کاوش۔ نبی امی کی فصاحت و بلاغت ۔ لاہور: بزم عاشقان مصطفیٰ، جولائی ۱۹۹۹ء۔

______ ۔ نبی امی کی فصاحت و بلاغت ۔ کراچی: مکتبہ امام غزالی، ۲۰۰۳ء۔